اجراء حسبِ ارشاد: شیخ الحدیث حضرت مولانا مشرف علی تھانوی قدس سرہ

مواعظ حکیم الامت اور دینی رسائل کی اشاعت کا امین

ماہنامہ الامداد لاہور پاکستان

مدیر مسئول (مولانا) ڈاکٹر احمد میاں تھانوی

مدیر ڈاکٹر خلیل احمد تھانوی

جلد ۲۲ | جمادی الاول ۱۴۴۳ھ | دسمبر ۲۰۲۱ء | شمارہ ۱۲

کساء النساء

خواتین کا مرتبہ (قسط دوم)

از افادات

حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی قدس سرہ

عنوانات و حواشی: ڈاکٹر مولانا خلیل احمد تھانوی

قیمت فی پرچہ =/۴۰ روپے زر سالانہ =/۴۰۰ روپے

ناشر: (مولانا) ڈاکٹر احمد میاں تھانوی

مطبع: ہاشم اینڈ حماد پریس

۱۳/۲۰ ریٹی گن روڈ بلال گنج لاہور

مقام اشاعت

جامعہ دار العلوم الاسلامیہ رجسٹرڈ لاہور پاکستان

ماہنامہ الامداد لاہور

35422213
35433049

پتہ دفتر

جامعہ دار العلوم الاسلامیہ رجسٹرڈ

۲۹۱۔ کامران بلاک علامہ اقبال ٹاؤن لاہور

وعظ

کساءالنسا

(خواتین کا مرتبہ) قسط دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

یہ وعظ پانی پت محلّہ مخدوم زادگان عبدالحکیم صاحب کے زنانہ مکان میں ۲۷/صفر ۱۳۳۷ھ یوم دوشنبہ ۲/ دسمبر ۱۹۱۸ء کو صبح آٹھ بج کر ۱۸ منٹ سے ۱۰ بج کر چھبیس منٹ تک کل وقت ۲ گھنٹے ۸ منٹ چوکی پر بیٹھ کر بیان فرمایا۔ حکیم محمد مصطفیٰ صاحب بجنوری و منشی عزیز الرحمن صاحب ایجولوی و خواجہ عزیز الحسن صاحب نے قلمبند فرمایا۔ سامعین کی تعداد تقریباً ۱۰۰ تھی علاوہ مستورات۔ اس وعظ میں حقوق مستورات اور مردوں کو تنبیہ کہ عورتوں کو حقیر نہ سمجھیں بعض امور میں عورتیں مردوں سے کم ہیں اور بعض میں برابر اور بعض میں بڑھ بھی سکتی ہیں۔ بہت تفصیل سے عورتوں کے مرتبہ ومقام اور حقوق کو بیان فرمایا ہے انتہائی مفید وعظ ہے اللہ تعالیٰ تمام قارئین کو مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خلیل احمد تھانوی
۲۰۲۱/۶/۳
۱۴۴۲/۱۱/۲۲ھ

کساء النسا

(خواتین کا مرتبہ) قسط دوم

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
۱..........	خواتین اور قرآنِ حکیم..	۷
۲..........	مسئلہ مساوات مَردوزن..	۸
۳..........	حقوق والد و پیر..	۱۰
۴..........	حقیقت پیری مریدی..	۱۱
۵..........	جعلی پیروں کی حکایت..	۱۲
۶..........	حقوق خاوند و پیر..	۱۳
۷..........	دَرجات مَردوزن..	۱۵
۸..........	حقیقت اتفاق..	۱۵
۹..........	مساوات حقوق مَردوزن..	۱۷
۱۰..........	حقیقت حقوق العباد..	۱۹
۱۱..........	ترغیب پردۂ نسواں..	۲۱
۱۲..........	عشقِ خاوند..	۲۳
۱۳..........	عورتوں کی سفارش قرآن..	۲۴
۱۴..........	اخلاق رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم..	۲۵
۱۵..........	حقیقت ناز..	۲۷

۱۶.......... خرچ زوجہ.. ۲۹

۱۷.......... مسئلہ تساوی.. ۳۰

۱۸.......... آیت کا شان نزول.. ۳۱

۱۹.......... فضائل کی اقسام.. ۳۲

۲۰.......... امور اختیاری و غیر اختیاری.. ۳۳

۲۱.......... حقیقت فعل غیر اختیاری.. ۳۵

۲۲.......... امر غیر اختیاری کے فوت ہونے سے ضرر نہیں ہوتا........ ۳۵

۲۳.......... لیلۃ التعریس کا واقعہ.. ۳۶

۲۴.......... ضرورتِ عمل.. ۳۸

۲۵.......... تمنا کی حقیقت.. ۳۰

۲۶.......... حقیقتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم.. ۴۰

۲۷.......... مرتبہ نسواں.. ۴۱

۲۸.......... حقیقت مرد وزن.. ۴۳

۲۹.......... حکایت.. ۴۳

۳۰.......... فضائلِ نسواں.. ۴۵

۳۱.......... ضرورتِ اصلاح.. ۴۶

۳۲.......... التماسِ کاتب.. ۴۷

۳۳.......... اخبار الجامعہ.. ۴۹

نوٹ: گزشتہ وعظ کا آخری عنوان (جوشِ محبت) تھا

خواتین اور قرآنِ حکیم

صاحبو! ہم لوگوں کو قرآن پورا مکمل جمع شدہ مل گیا ہے۔ ہم اس قسم کی آیتیں ہر دور میں پڑھتے ہیں اور کبھی اس طرف خیال بھی نہیں جاتا کہ ان میں کیا دولت بھری ہوئی ہے اس کو حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یا اس وقت کی دوسری بیبیوں سے پوچھنا چاہئے کہ ان آیتوں کو سن کر ان کی کیا حالت ہوئی ہوگی۔ اے بیبیو! کیا یہ تھوڑی بات ہے کہ حق تعالیٰ نے تم کو خاص طور سے یاد فرمایا اور یاد بھی کس طرح فرمایا کہ مردوں کی برابر بٹھا دیا کیونکہ اس آیت میں جن باتوں کا وعدہ کیا ہے ان میں مردوں اور عورتوں میں کچھ فرق نہیں کیا تو یہ کہنا صحیح ہے کہ عورتوں کو مردوں کی برابر بٹھا دیا گیا گو بائیں طرف بٹھایا ہے کیونکہ آیت میں پہلے لفظ من ذکر ہے اس کے بعد او انثی ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ قرآن عربی زبان ہے اور عربی زبان کا خط دائیں سے بائیں طرف کو ہوتا ہے تو دائیں طرف والے کو اول اور بائیں طرف والے کو دوم کہہ سکتے ہیں۔ قرآن کی تحریر انگریزی نہیں ہے کہ بائیں طرف سے دائیں طرف کو ہو اور بائیں طرف والیوں کو اول اور دائیں طرف والے کو دوم کہہ سکیں۔ یہ اس واسطے کہہ دیا کہ آج کل انگریزیت کا غلبہ ہے کوئی ذہین بی بی یہ استدلال نہ کر بیٹھیں کہ بائیں طرف والا اول اور دائیں طرف والا دوم ہوتا ہے خیر یہ ایک لطیفہ سا ہے مگر یہ بات شریعت میں ثابت ہے کہ عورت کسی قدر مرد سے درجہ میں گھٹی ہوئی ہے (بدلیل وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ (۱) ومثلھا من الآیات (۲) جامع)

اور گو اس آیت میں کسی بات میں مرد و عورت میں فرق نہیں کیا گیا لیکن چونکہ ترتیب عبارت میں عورتیں مؤخر ہیں مردوں سے اس واسطے میں نے یہ کہا کہ ان کو بائیں طرف بٹھایا یا یوں سمجھ لو کہ عورتیں جسم میں بائیں آنکھ ہیں اور مرد دائیں آنکھ ہیں اور بائیں آنکھ کسی بات میں داہنی سے کم نہیں نہ ضروری ہونے میں نہ کام دینے میں باقی یہ بات ضرور ہے کہ شریعت نے عورتوں کو مردوں کے ساتھ من کل الوجوہ مساوات نہیں

(۱) سورۃ البقرہ: ۲۲۸ (۲) اسی جیسی دوسری آیات۔

دی جیسا کہ اس زمانہ کے نئے تعلیم یافتہ طبقہ کا خیال ہے۔

مسئلہ مساوات مَردوزن

وہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ ناانصافی ہے کہ ایک صنف کو دوسری صنف سے گھٹا دیا جائے۔ بیبیو! تمہارا بائیں طرف رہنا ہی سلامتی کی بات ہے ہر چیز اپنے موقع پر اچھی ہوتی ہے۔ سَر کی چیز سر ہی پر اچھی ہوتی ہے اور پاؤں کی چیز پاؤں میں اور اس میں سلامتی ہونے کی وجہ یہ ہے کہ عورت میں عقل کم (۱) ہوتی ہے اور جس میں عقل کم ہو اس سے ہر کام میں غلطی کرنے کا احتمال ہے لہٰذا اس کے واسطے سلامتی اسی میں ہے کہ وہ زیادہ عقل والے کا تابع ہو، اسی واسطے حق تعالیٰ نے مردوں کو ان پر حاکم بنایا چنانچہ فرماتے ہیں: اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا (۲)

تاکہ ان کے کام سب ان کی نگرانی میں ہوں اور غلطی سے حفاظت رہے اس کا نام سختی نہیں ہے بلکہ یہ تو عین عدل وحکمت وشفقت ہے دیکھو بچے ناقص العقل (۳) ہوتے ہیں اب اگر ان کو خودسر بنا دیا جاوے اور وہ کسی کے تابع ہو کر نہ رہیں تو اس کا کیا انجام ہوگا؟ پس یہ حق تعالیٰ کی نہایت رحمت ہے کہ عورتوں کو خودسر نہیں بنایا ورنہ ان کا کوئی کام بھی درست نہ ہوتا دین اور دنیا سب کاموں میں ان سے غلطیاں ہوا کرتیں خودسری میں بڑی مصیبت ہے حق تعالیٰ خود فرماتے ہیں۔ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۭ لَوْ يُطِيْعُكُمْ

(۱) راقم کہتا ہے کہ یہ غلطی ہے کہ ہر جگہ ایک صنف کو دوسری صنف کے برابر رکھا جاوے ملک کے لیے دو صنف کی ضرورت ہے بادشاہ کی اور رعایا کی کیا بادشاہ اور رعایا کو برابر کیا جا سکتا ہے گاڑی کے لیے ضرورت ہے مالک اور سائیس کی۔ کیا دونوں کو برابر کیا جا سکتا ہے بلکہ قاعدہ فطری یہ ہے کہ اگر دو چیزیں ایک چیز کا جزو ہوں اور دونوں میں کوئی وجہ ترجیح نہ ہو تو ان کو باہم مرتبط رکھنے کے لیے ایک تیسری چیز کے ماتحت کر دیا جاتا ہے جیسے جگر و دماغ بدن کے اجزاء ہیں دونوں کو مرتبط رکھنے کے لیے دل کا ماتحت کر دیا گیا اسی واسطے دل ایک ہی ہوتا ہے ورنہ دو دل ہوں گے تو ان کو مرتبط رکھنے کے لیے تیسرے دل کی ضرورت ہوگی۔ اور اگر وہ دونوں چیزیں برابر کی نہ ہوں بلکہ ایک میں کوئی وجہ ترجیح کی ہو تو اسکو ایک دوسرے پر حاکم اور دوسرے کو محکوم بنایا جاتا ہے جیسے رعایا اور بادشاہ اور گاڑی کے مالک اور سائیس کی مثال گزری بنا بریں جب کہ عورت و مرد و صنف ہیں انسان کی اور ایک میں وجہ ترجیح کی موجود ہے اور وہ قوت عقلیہ وجسمانیہ کا زیادہ ہونا ہے تو عورت کو مرد میں برابر کرنا خلافِ فطرت ہوگا۔ ۱۲ جامع وعظ (۲) ''مرد عورتوں پر حاکم ہیں'' (۳) کم عقلی۔

فِی کَثِیۡرٍ مِّنَ الۡاَمۡرِ لَعَنِتُّمۡ (۱) یعنی خوب سمجھ لو اے مسلمانو ! کہ تمہارے پاس اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم موجود ہیں۔اگر بہت سی باتوں میں یہ تمہارا کہنا مانتے تو تم بڑی مصیبت میں پڑ جاتے مطلب یہ ہے کہ تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تابع ہوکر رہنا چاہئے نہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے تابع ہوں اگر ایسا ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے تابع ہوتے تو تم مصیبت میں پڑ جاتے معلوم ہوا کہ عافیت اور سلامتی اسی میں ہے کہ چھوٹا بڑے کا اور ناقص العقل کامل کا تابع ہوکر رہے غور کرنے کی بات ہے کہ آیت میں یہ نہیں فرمایا اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے تابع ہوکر رہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف پہنچے گی بلکہ یہ فرمایا کہ خود تم مصیبت میں پڑ جاتے معلوم ہوا کہ چھوٹے بڑے کا تابع ہوکر رہنے میں خود چھوٹے کا نفع ہے اسی طرح اگر تم مردوں کے تابع رہو تو یہ تمہارے ہی واسطے سلامتی اور عافیت ہے۔ غرض اس کو بڑی رحمت سمجھو کہ حق تعالیٰ نے تم کو خود سر نہیں بنایا ورنہ تمہارے لیے بڑی مصیبت ہوتی۔ کیونکہ اول تو عورتوں میں سمجھ کم ہوتی ہے۔ دوسرے ان میں ضد کا مادہ بھی ہے کہ جس کام پر اڑ جائیں گی اس کو کر کے ہی چھوڑیں گی تو ان کو دو وجہ سے تکلیف پہنچتی ہے ایک تو عقل کم ہونے سے کہ جو کام کرتیں بے سوچے سمجھے اور بلا غور وفکر کے کرتیں۔ پھر ضد کا مادہ ان میں اس قدر ہے کہ جو چڑھ گئی سو چڑھ گئی گو معلوم بھی ہو جاوے کہ یہ کام مضر ہے مگر اس کو چھوڑ نہیں سکتیں (چنانچہ دیکھا ہوگا کہ ذرا ذرا سی بات پر عورتیں کنویں میں کود پڑتی ہیں اس حماقت کا منشاء کم عقلی اور ضد ہی تو ہے) پس عورتوں کی سلامتی اسی میں ہے کہ ان کو تابع بنایا جاوے ان کے اوپر کوئی ایسا حاکم مسلط رہے جو ان کو ہر وقت سنبھالتا رہے۔ جیسے پیر مرید کی اصلاح کیا کرتا ہے مگر ان کے لیے بیعت کا پیر کافی نہیں کیونکہ وہ ہر وقت ان کے پاس کیسے رہ سکتا ہے مگر ان کے لیے بَیت (۲) کا پیر چاہیے یعنی گھر کا پیر جو گھر میں ہر وقت موجود رہے وہ کون ہے؟ وہی گھر والا یعنی خاوند، یہ پیر اور قسم کے پیروں سے بہتر اور افضل اور ان کے لیے انفع ہے (۳) اور اسی کا رتبہ سب سے زیادہ ہے اور بعض عورتوں کے لیے بجائے بیعت کے بید کا پیر

(۱) سورۃ الحجرات: ۷ (۲) گھر کا پیر (۳) زیادہ مفید۔

بہت (۱) نافع ہے یعنی جو عورتیں مہذب اور شائستہ سمجھدار ہیں ان کے لیے تو بیت کا پیر کافی ہے یعنی خاوند اور جو عورتیں غیر مہذب اور کم سمجھ اور بدتمیز ہیں ان کے واسطے بَید کا (۲) پیر ہونا چاہیے جو آلہ ضرب ہے۔ رتبہ کے لفظ پر ایک کام کی بات یاد آ گئی عورتوں میں مشہور یہ ہے کہ پیر کا رتبہ خاوند اور باپ سب سے زیادہ ہے۔ یہ محض غلط ہے اس میں بہت سی غلطیاں ہیں۔

حقوق والد و پیر

اسی طرح مردوں میں مشہور ہے کہ باپ کا رتبہ اتنا نہیں جتنا پیر کا رتبہ ہے اس پر ان کے پاس کوئی شرعی دلیل نہیں محض قیاس ہے جس کے مقدمات یہ ہیں لغوی باپ سے تو جسمانی فیض ہوا ہے اور پیر سے روحانی فیض ہوا ہو اس کا رتبہ اس باپ سے زیادہ ہونا چاہیے جس سے جسمانی فیض ہوا ہو۔ ان میں سے یہ مقدمہ تو مسلم ہے کہ پیر روحانی باپ ہے مگر یہ مقدمہ مسلم نہیں کہ روحانی باپ کا رتبہ جسمانی باپ سے زیادہ ہے اس واسطے کہ شریعت میں باپ کے حقوق جو کچھ آئے ہیں۔ ان کو سب جانتے ہیں اور یہ حقوق اسی کے ہیں جس کو عرفاً باپ کہا جاتا ہے۔ پس بدوں حکم شرعی محض تخمینی مقدمات سے فضیلت کا حکم کرنا کیسے صحیح ہے۔ اصل بات صرف اتنی ہے جو باپ حقیقۃً باپ ہے وہ باعتبار دنیا کے باپ ہے اور پیر باعتبار دین کے باپ کہا جاتا ہے پس حقیقی باپ کی طرف دنیا کے حقوق راجع ہوتے ہیں اور پیر کی طرف دین کے حقوق راجع ہوتے ہیں۔ ان میں خلط ملط کر دینے سے غلطی پیدا ہوتی ہے۔

اب فیصلہ یہ ہے کہ دنیاوی باتوں میں باپ کا حکم مقدم ہے اور دین کی باتوں میں پیر کا۔ اگر پیر دین کی کسی بات کا حکم کرے اور باپ اس سے منع کرے تو ترجیح پیر کے حکم کو ہوگی مثلاً پیر کہتا ہے کہ اس وقت نماز فرض پڑھو اور باپ کہتا ہے کہ یہ وقت دنیا کے فلاں کام کا ہے اس میں حرج ہوگا اس وقت نماز مت پڑھو تو پیر کا حکم مقدم ہوگا اور

(۱) بنسبت اس پیر کے جس سے بیعت کی ہو گھر کا پیر یعنی شوہر زیادہ مفید ہے (۲) چھڑی یعنی ڈانٹ ڈپٹ مفید ہے۔

درحقیقت اس کو پیر کا حکم کیوں کہا جاوے یہ تو خدا کا حکم ہے پیر تو صرف بتانے والا ہے اور ہر شخص جانتا ہے کہ خدا کا حکم سب کے حکموں سے مقدم ہے اور یہی وجہ ہے کہ یہ تقدیم ان ہی احکام میں ہوگی جو خدا تعالیٰ کا حکم ہے یعنی مامور بہ ہے(۱) اور نوافل وغیرہ میں نہیں ہوگی اس میں باپ کی اطاعت پیر سے مقدم ہے کیونکہ نوافل من جانب اللہ مامور بہ(۲) نہیں محض مرغوب(۳) فیہ ہیں اور اگر پیر یہ کہتا ہے کہ فلاں جگہ شادی کرلو اور باپ کہتا ہے کہ وہاں شادی مت کرو تو اس صورت میں باپ کا حکم مقدم ہوگا۔ خوب سمجھ لو گڑ بڑ مت کرو ہر چیز کو اس کے درجہ میں رکھو افراط تفریط نہ کرو پیر کا رتبہ ہر بات میں باپ(۴) سے زیادہ نہیں بہت سے مرد بھی اسی غلطی میں مبتلا ہیں کہ پیر کا رتبہ مطلقاً باپ سے زیادہ سمجھتے ہیں حالانکہ اس میں وہی تفصیل ہے جو میں نے عرض کی اور عورتیں تو اس غلطی میں مبتلا ہیں کہ پیر کا رتبہ خاوند اور باپ دونوں سے زیادہ سمجھتی ہیں اور اس میں عورتوں کا تو قصور ہے ہی کہ وہ جاہل ہیں مگر زیادہ قصور آج کل کے پیروں کا ہے کہ ان کی تعلیم ہی یہ ہے کہ پیر کا حق مطلقاً سب سے مقدم ہے۔

حقیقت پیری مریدی

آج کل کے پیروں نے دین کا ناس کردیا ہے پیر ہو ایسا ہو جیسا ہمارے حضرت حاجی صاحب تھے۔ حضرتؒ نے میرے واسطے میری حاضری مکہ کے وقت یہ تجویز فرمایا تھا کہ ہمارے پاس چھ مہینے رہو اس وقت والد صاحب بھی حج کو تشریف لے گئے تھے میں نے ان سے اجازت چاہی تو والد صاحب نے فرمایا، میرا جی گوارا نہیں کرتا مجھے مفارقت سے رنج ہوتا ہے میں نے حضرت سے عرض کیا کہ والد صاحب یوں فرماتے ہیں۔ فرمایا کہ باپ کا حکم مقدم ہے باپ کی اطاعت فرض ہے تم اب تو جاؤ ان شاء اللہ تعالیٰ،

(۱) جو احکام فرض ہیں (۲) اللہ کی طرف سے فرض نہیں (۳) صرف پسندیدہ ہیں (۴) راقم کہتا ہے کہ موٹی بات ہے کہ پیر کا رتبہ باپ سے کتنا ہی زیادہ سمجھا جاوے مگر وہ لوگ بھی جو اس غلطی میں مبتلا ہیں اس کے قائل نہیں کہ میراث میں بھی باپ سے پیر مقدم ہے کہ اگر کوئی مرجاوے اور باپ و پیر کو چھوڑ جاوے تو ترکہ بجائے باپ کے پیر کو دے دیں یا کچھ بھی اس کا حصہ قرار دیں۔ ۱۲ جامع وعظ۔

پھر کبھی آ ؤ گے۔ اللہ کا شکر ہے کہ ایسا ہی ہوا اللہ تعالیٰ نے زندگی بھی اتنی دی کہ دوبارہ جانے کی توفیق ہوئی اور روپیہ بھی دیا کہ چھ مہینے کامل حضرت کی خدمت میں رہنا نصیب ہوگیا واقعی شیخ ہو تو ایسا ہو کوئی دوسرا شیخ ہوتا تو اسی وقت خفا ہوجاتا اور کہتا بس میاں جاؤ گھر بیٹھو جب باپ تمہیں نہیں چھوڑتا اور تم باپ کو نہیں چھوڑتے تو پیری مریدی کا نام کیوں لیتے ہو۔ جاؤ باپ ہی کے پاس رہو مگر ہمارے حضرت شریعت کے پابند تھے سنت کے پابند تھے آپ نے شریعت کا لحاظ مقدم رکھا اطاعت والدین کو ضروری سمجھا اس اتباع سنت کی یہ برکت ہوئی کہ دونوں دولتیں نصیب ہوئیں یعنی والد صاحب کی اطاعت بھی نصیب ہوئی اور حضرت کی خدمت میں رہنا بھی ہوگیا اسی طرح خوب سمجھ لو کہ خاوند کے برابر پیر کا حق نہیں ہے۔ اب عورتوں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ خاوند سے اجازت لینے کی بھی ضرورت نہیں سمجھتیں، جب جی چاہا پیر صاحب کے یہاں چلدیں اور بعضی تو یہ غضب کرتی ہیں کہ پیر سے پردہ بھی نہیں کرتیں اور خاوند کو چھوڑ کر پیر صاحب کے یہاں پڑی رہتی ہیں وہیں رہنا اختیار کرلیا ہے اور پیر صاحب اس پر فخر کرتے ہیں کہ اتنی عورتیں ہماری مسخر ہیں (۱) بے شک وہ تو مسخر ہوگئی ہیں مگر تم ممسوخ (۲) ہوگئے ہو۔ افسوس ایک طوفان بے تمیزی پھیلا ہوا ہے آج کل کے پیروں کو خاوند کے حقوق کی پرواہ ہے نہ بال بچوں کی نہ اعزا کی بس اس کا نام فقیری رکھ لیا ہے کہ تمام اہل حقوق کے حقوق ضائع کر کے پیر صاحب کے حقوق ادا کئے جائیں یہ سب باتیں اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ہیں یاد رکھو جو شریعت کے خلاف کرے گا وہ پیر نہیں ہوسکتا پیر تو رسول کا نائب ہوتا ہے کہ جو تعلیم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دی ہے اس کو بصیرت اور تجربہ کے ساتھ مریدوں تک پہنچاتا ہے تو جو شخص منیب کے خلاف عمل و تعلیم کرتا ہے تو س کو منیب کا نائب کہنا کہاں درست وجائز ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ ہیں تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نائب اور کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف۔

جعلی پیروں کی حکایت

بمبئی میں سنا ہے کہ ایک پیر ایسے تھے جو عورتوں کو زبردستی اپنے سامنے بلاتے

(۱) تابع (۲) مسخ ہوگئے۔

تھے اور کہتے تھے دیکھو جی تم ہم سے اس لیے مرید ہوئی ہو تاکہ قیامت میں تم کو بخشوائیں گے سو جب ہم تمہیں دیکھیں گے نہیں تو ہم قیامت میں کیسے پہچانیں گے اور کیسے بخشوائیں گے۔ ایک شخص نے اس کے جواب میں خوب کہا کہ قیامت میں تو ننگے اٹھیں گے اور تم نے یہاں اپنی مریدنیوں کو کپڑا پہنے دیکھا ہے تو وہاں ننگیوں کو کیسے پہچانو گے لہٰذا ان کو بالکل ننگا کر کے دیکھنا چاہیے۔ بس پیر صاحب سے اس کا جواب کچھ نہ آیا اور اپنا سا منہ لے کر رہ گئے ایک پیر صاحب کی حکایت سنی ہے کہ انہوں نے اپنے ایک مرید سے رخصت کے وقت کہا کہ چند روز کو اپنی بیوی کو یہاں چھوڑ جاؤ وہ غیرت مند آدمی تھا اس نے کہا کہ حضرت یہ تو نہیں ہوسکتا بس پیر صاحب ناراض ہو گئے۔ کانپور میں ایک پیر اپنے مرید کے یہاں آئے اس نے ان کو باہر مردانہ مکان میں ٹھہرا دیا تو وہ خفا ہو گئے کہ ہم کو زنانہ مکان میں کیوں نہ ٹھہرایا آج کل پیروں کے یہاں یہ آفت ہے کہ خود عورتوں کو پردہ نہ کرنے پر مجبور کرتے ہیں۔

صاحبو! یہ پیری مریدی ہے یا رہزنی اور ڈاکہ ہے؟ پیر تو خدا کا مقرب بنانے کے لیے ہوتا ہے مگر ان کی حرکتیں خدا سے دور کرنے والی ہیں۔ یہ پیر خود خدا سے دور ہیں دوسرے کو کیا مقرب بنائیں گے۔

حقوق خاوند و پیر

بیبیو! خوب سمجھ لو کہ دین کے کاموں اور احکام شرعیہ کے سوا باقی سب کاموں میں خاوند کا حق پیر سے زیادہ ہے یعنی خاوند اگر ایک کام کا حکم کرے اور پیر اس کو اس لیے منع کرے کہ وہ شریعت کے خلاف ہے تو اس صورت میں خاوند کا حکم نہ مانا جاوے گا بلکہ پیر کے حکم کو مانا جاوے گا بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ شریعت کے حکم کو مانا جاوے گا اور شریعت اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کو کہتے ہیں تو یوں کہو کہ اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے خاوند کا حکم نہ مانا جاوے گا اور اس میں پیر والی عورت اور بے پیری سب برابر ہیں اگر کوئی عورت بے پیری بھی ہو تب بھی اس کو وہی کرنا چاہیے جو اللہ

ورسول ﷺ کا حکم ہو خلاصہ یہ کہ اللہ ورسول ﷺ کا حق تو بیشک خاوند کے حق سے زیادہ ہے باقی اور کسی کا حق خاوند سے زیادہ نہیں مگر چونکہ اللہ ورسول ﷺ کا حکم عوام کو خود نہیں معلوم ہوسکتا بلکہ علماء یا مشائخ کے واسطہ سے معلوم ہوتا ہے تو مجازاً کہہ سکتے ہیں کہ احکام شرعیہ اور دین کی باتوں میں پیر کا حق خاوند سے زیادہ ہے اور اگر خاوند کا حکم دین کے خلاف نہ ہو تو اب اس کے مقابلے میں کسی کے حکم و ترجیح نہ ہوگی تو خاوند کا حکم سب سے زیادہ ہوا اس لیے میں نے کہہ دیا تھا کہ ان کے لیے بجائے بیعت کے پیر کی بیت (۱) کا پیر سب سے افضل ہے اور یہ بیت کا پیر کیسا اچھا پیر ہے کہ دین کی درستی بھی کرتا ہے اور کھانے پہننے کو بھی دیتا ہے دین کا بھی متکفل ہے (۲) دنیا کا بھی بیعت (۳) کے پیر میں یہ بات کہاں دنیا کا نفع تو ان سے کچھ ہے ہی نہیں بلکہ ان کو اور گھر سے نذرانے دینا پڑتے ہیں اور دین کا نفع بھی اتنا نہیں ہوسکتا جتنا خاوند سے ہوسکتا ہے کیونکہ پیر صاحب سے اتنا ہی ہوسکتا ہے کہ جب کبھی ان سے کچھ پوچھا جاوے تو بتادیں گے یا کبھی ان کے پاس جانا ہو تو کچھ اصلاح ہوجاوے سو اس کی نوبت کہیں برسوں میں آتی ہے خصوص عورتوں کے لیے اور خاوند تو ہر وقت پاس موجود ہے وہ بات بات کی نگرانی کرسکتا ہے پس عورتوں کا یہ خیال غلط ہے کہ پیر کا حق خاوند سے زیادہ ہے بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ پیر سے ماں باپ کا حق بھی زیادہ ہے کیونکہ انہوں نے تم کو بڑی محنت مشقت سے پالا اور محض محبت سے پالا ہے، کسی عوض کی امید پر نہیں پالا اپنی جان کی پرواہ نہیں کی اپنے آرام پر بچہ کے آرام کو ترجیح دی۔ یہ بات پیر صاحب میں کہاں ہے وہ تو ذرا ذرا سی بات پر خفا ہوجاتے ہیں پھر نذرانہ بغیر مانتے ہی نہیں ہاں وہ قید دین کی ضرور یاد رکھئے کہ ماں باپ کا حق دین کی باتوں میں پیر سے زیادہ نہیں یعنی اگر ماں باپ کسی دین کی بات کے خلاف حکم کریں۔ اور پیر کا حکم شریعت کے موافق ہو اس صورت میں ترجیح پیر کے حکم کو ہوگی اور اس کی حقیقت وہی ہے کہ پیر کا یہ حکم دراصل

(۱) گھر کا پیر یعنی خاوند (۲) کفیل (۳) جس سے صرف بیعت کا تعلق ہو۔

خدا ورسول ﷺ کا حکم ہے اور خدا ورسول ﷺ کے حکم کو خاوند اور ماں باپ سب کے حکم پر ترجیح ہے۔ہاں دین کی باتوں کے علاوہ دیگر امور میں پیر کے حکم پر ماں باپ کے حکم اور خاوند کے حکم کو ترجیح ہے دیکھو! میری اس تقریر کو خوب سمجھ لینا اس میں غلطی نہ کرنا بہت لوگ یہ احکام عورتوں کے کانوں تک اس لیے نہیں جانے دیتے کہ اس سے پیروں کی وقعت ان کے ذہن سے کم ہوجاوے گی مگر مجھے اس کی پرواہ نہیں مسلمانوں کا دین درست ہونا چاہئے ان کے دل میں اللہ ورسول ﷺ کی وقعت وعظمت ہونا چاہئے خواہ کسی اور کی ہو یا نہ ہو اس تقریر کو سن کر پیر صاحبان ضرور خفا ہوں گے اور دل میں کہیں گے کہ لو ہمارا زور گھٹا دیا ہم تو پیر تھے ہی اس نے خاوند کو پیر بنا دیا بلکہ ہم سے بھی بڑا پیر بنا دیا اور ماں باپ کو بھی ہم سے بڑھا دیا میں کہتا ہوں کہ جب خدا نے ہی ان کو بڑھایا ہے تو کسی کا کیا اختیار ہے کہ ان کو گھٹا دے۔

درجات مردوزن

بہرحال میں یہ کہہ رہا تھا کہ حق تعالیٰ نے جو عورتوں کو محکوم اور خاوند کو حاکم بنایا ہے اس کو سختی اور ظلم نہ سمجھنا چاہئے بلکہ عورتوں کے حق میں یہ عین رحمت وحکمت ہے کیونکہ تابع ہونے میں بڑی راحت ہے اور مساوات میں کبھی نظام اور تمدن قائم نہیں ہوسکتا ہمیشہ جھگڑا اور فساد ہی ہوتا ہے خوب یاد رکھو کہ دنیا اور دین دونوں کا نظام اسی طرح قائم رہ سکتا ہے کہ ایک تابع ہو ایک متبوع ہو۔

حقیقت اتفاق

لوگ آج کل اتفاق واتحاد کے لیے بڑی لمبی لمبی تقریریں کرتے ہیں اور تجویزیں پاس کرتے ہیں مگر جڑ کو نہیں دیکھتے یاد رکھو اتفاق واتحاد کی جڑ یہ ہے کہ ایک کو بڑا مان لیا جاوے اور سب اس کے تابع ہوں جس جماعت میں متبوع اور تابع کوئی نہ ہو سب مساوات ہی کے مدعی ہوں ان میں کبھی اتحاد نہیں ہوسکتا جب یہ بات سمجھ میں آ گئی تو مساوات کا خیال تو عورتوں کو اپنے دل سے نکال دینا چاہیے کیونکہ یہی فساد کی جڑ ہے۔

اب دو ہی صورتیں رہیں یا تو عورتیں متبوع ہوں اور مرد تابع یا مرد متبوع[1] اور عورتیں تابع اس کا فیصلہ انصاف کے ساتھ خود عورتوں کو ہی اپنے دل سے کرلینا چاہیے کہ متبوع بننے کے قابل وہ ہیں یا مرد ہیں سلیم الفطرت[2] عورتیں کبھی اس کا انکار نہیں کرسکتیں کہ عقل میں اور طاقت میں مرد ہی بڑھے ہوئے ہیں وہی عورتوں کی حفاظت وحمایت کرسکتے ہیں۔ عورتیں مردوں کی ہرگز حفاظت نہیں کرسکتیں۔ پس مردوں کو ہی متبوع اور عورتوں کو تابع ہونا چاہیے یہی شریعت کا فیصلہ ہے اور اسی لیے اس جگہ بھی مردوں کا ذکر عورتوں سے مقدم کیا گیا چنانچہ فرماتے ہیں مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ اور یہ کیا تھوڑی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مردوں کے ساتھ ہی عورتوں کا ذکر فرمایا آگے پیچھے کا فرق تو بہت تھوڑا فرق ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں عورتوں کی اس قدر ہمت بڑھائی ہے کہ سرسری نظر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی مردوں کی برابر ہی ہیں گو میں نے دوسری آیتوں کی وجہ سے اصل مسئلہ کی تحقیق بیان کردی کہ فی الجملہ دونوں کے رتبہ میں فرق ہے ورنہ اس آیت سے تو مساوات کا بھی شبہ ہوسکتا ہے گو تقدیم وتاخیر[3] پر نظر کرکے مساوات کے استدلال کو رد کیا جاسکتا ہے بہر حال اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہمارے یہاں مرد وعورت دونوں اس قانون میں برابر ہیں کہ ہم کسی کا عمل ضائع نہ کریں گے پھر آگے بَعْضُكُم مِّنۢ بَعْضٍ میں اس کی اور بھی تائید فرمادی یعنی تم سب ایک دوسرے کے جزو ہو یہ جملہ بمنزلہ تعلیل کے ہے ماقبل کے لیے کہ مرد وعورت اس قانون میں برابر کیوں نہ ہوں یہ تو آپس میں سب ایک ہی نوع کے دونوں افراد ہیں خلقت میں بھی برابر ہیں کیونکہ مردوں کی خلقت عورتوں پر موقوف ہے[4] اور عورتوں کی خلقت مردوں[5] پر وہ ان کے لیے سبب ہیں اور یہ ان کے لیے۔

(۱) جس کا اتباع کیا جائے (۲) جن کی طبیعت میں سلامتی ہو (۳) مردوں کا ذکر پہلے عورتوں کا بعد میں ہونے سے (۴) کہ بغیر عورت کے بچہ پیدا نہیں ہوتا (۵) اسی طرح بغیر مرد عادۃً بچہ پیدا نہیں ہوتا۔

مساوات حقوق مرد وزن

اس مقام پر میں ایک علمی اشکال کو رفع کردینا چاہتا ہوں وہ یہ کہ قرآن مجید میں بعض آیتیں اس قسم کی ہیں جن سے سرسری نظر میں مردوں اور عورتوں کی مساوات ثابت ہوتی ہے مثلاً وَمَن لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنكُمْ طَوْلًا أَن يَنكِحَ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ فَمِن مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُم مِّن فَتَيَاتِكُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ۚ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِكُم ۚ بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ ۔(۱) جس کا حاصل یہ ہے کہ اوپر محرمات کا بیان تھا اس کے بعد بیان فرمایا کہ ان کے سوا جن عورتوں سے چاہو نکاح کرسکتے ہو ہاں مہر دینا ہوگا اور جن کو آزاد عورتیں میسر نہ ہوں بوجہ ان کے اخراجات زیادہ ہونے کے تو ان کو چاہیے کہ مسلمان لونڈیوں سے نکاح کرلیں وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَانِكُم ۚ بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ (۲) اور تمہارے ایمان کا پورا علم تو اللہ تعالیٰ کو ہی ہے (لیکن ظاہری ایمان کے اعتبار سے) تم سب ایک دوسرے سے بنے ہو غرض یہاں بھی وہی لفظ ہے بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ (تم آپس میں ایک دوسرے کے جزو ہو) یعنی تم سب ایک ہی ہو مگر یہ آیت اپنے سیاق سے مساوات میں بظاہر اس سے زیادہ صاف ہے پہلی آیت میں تو (جس کا بیان ہورہا ہے یعنی فَاسْتَجَابَ لَهُمْ (۳) (سو ان کے رب نے ان کی درخواست کو منظور کرلیا الخ) بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ کے ساتھ اس کا بھی بیان ہے کہ مساوات اس بات میں ہے کہ کسی کا عمل ضائع نہ کیا جاوے گا چاہے مرد ہو یا عورت عدم اضاعتِ عمل (۴) میں سب مساوی ہیں مگر اس آیت میں بظاہر کوئی بھی قید نہیں کہ کس بات میں مساوات ہے بس مطلقاً فرمادیا بَعْضُكُم مِّن بَعْضٍ ۔

پھر مساوات بھی ایسی عام کہ لونڈی باندی کو آزاد مسلمانوں کے ساتھ غرض اس آیت سے بھی بظاہر عدم تفاوت ثابت ہوتا ہے (۵) گو جواز نکاح میں بعض ائمہ کے قول پر من کل الوجوہ مساواۃ (۶) نہ ہو کیونکہ آیت میں یہ قید لگی ہوئی ہے کہ جس کو آزاد

---

(۱) سورۃ النساء: ۲۵ (۲) سورۃ النساء: ۱۲۵ (۳) سورہ ال عمران: ۱۹۵ (۴) عمل ضائع نہ ہونے میں سب برابر ہیں (۵) اس آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ مرد وعورت میں کوئی فرق نہیں (۶) ہر اعتبار سے۔

عورتوں کی مقدرت نہ ہو وہ باندیوں سے نکاح کرے معلوم ہوا کہ آزاد عورت اور باندی برابر نہیں سو یہ تفاوت (۱) ایک امر خاص میں ہے یہ اس مساوات میں حارج نہیں جس کو میں ثابت کرنا چاہتا ہوں کیونکہ خاص خاص صفات میں تو مردوں میں بھی تفاوت ہوسکتا ہے مثلاً بڑے چھوٹے میں یا امیر غریب میں باپ بیٹے میں عالم جاہل میں وغیرہ وغیرہ سو اس قسم کا تفاوت قابل اعتبار نہیں آخر بَعْضُكُم مِّنۢ بَعْضٍ کے کچھ معنی ہیں۔ ایک آیت اور یاد آئی یہ وَلَهُنَّ مِثْلُ ٱلَّذِى عَلَيْهِنَّ بِٱلْمَعْرُوفِ۔

یعنی عورتوں کے حقوق بھی ویسے ہی ہیں جیسے ان کے ذمہ مردوں کے حقوق ہیں۔ یہ وہ آیات ہیں جن سے عورتوں کی مساوات مردوں سے مفہوم ہوسکتی ہے۔ مگر اس کے ساتھ دوسری آیتوں کو بھی ملانا چاہئے جن میں مردوں کی فوقیت عورتوں پر ثابت ہوتی ہے چنانچہ ارشاد ہے: ٱلرِّجَالُ قَوَّٰمُونَ عَلَى ٱلنِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ ٱللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ (۲) نیز ارشاد ہے: وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ (۳) اور یہ آیات مردوں کی فوقیت اور فضیلت ثابت کرنے میں بالکل صریح ہیں اور جن آیات سے مساوات ثابت ہوتی ہے وہ اس مدلول میں صریح نہیں بلکہ قرائن مقامیہ (۴) سے خاص امور میں مساوات بتلاتی ہیں چنانچہ أَنِّى لَآ أُضِيعُ عَمَلَ عَٰمِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ ۖ بَعْضُكُم مِّنۢ بَعْضٍ (۵)۔

میں عدم اضاعت عمل میں (۶) مساوات بتلائی گئی اور وَٱللَّهُ أَعْلَمُ بِإِيمَٰنِكُم ۚ بَعْضُكُم مِّنۢ بَعْضٍ میں انسانیت اور آدمیت یا ایمان میں مساوات بتلائی گئی ہے کہ باندی کو حقیر نہ سمجھو تم سب آدم وحوا کی اولاد ہو یا سب اہل ایمان ہو اور

(۱) فرق (۲) ''مرد عورتوں پر حاکم ہیں اس بناء پر کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت عطا فرمائی ہے'' سورۃ النساء: ۳۴ (۳) ''اور مردوں کو ان پر فوقیت حاصل ہے'' سورۃ البقرہ: ۲۲۸ (۴) اس مقام پر کوئی خاص قرینہ ہوتا ہے جس سے خاص معاملہ میں مساوات معلوم ہوتی ہے (۵) ''میں تم میں سے کسی شخص کے کام کو جو کہ تم میں سے کرنے والا ہوا کارت نہیں کرتا خواہ وہ مرد ہو یا عورت، تم آپس میں ایک دوسرے کے جز ہو'' سورہ ال عمران: ۱۹۵ (۶) عمل ضائع نہ ہونے میں برابری ہے۔

وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوفِ کا مطلب یہ ہے کہ عورتوں کے حقوق بھی لزوم ووجوب میں مردوں کے حقوق کے برابر ہیں گو باعتبار نوعیت کے دونوں کے حقوق میں تفاوت ہو ورنہ مساوات کلی(۱) کا نتیجہ یہ ہوگا کہ عورتوں پر بھی مردوں کے لیے مہر اور نان نفقہ لازم ہو حالانکہ کوئی اس کا قائل نہیں باقی اس سے انکار نہیں کہ بعض حقوق اور بعض امور میں یعنی حقوق مشترکہ میں عورتیں مردوں کی برابر ہیں وہ ایسی گھٹیا نہیں ہیں، جیسا مردوں نے انہیں سمجھ رکھا ہے مگر افسوس آج کل ہم عام طور سے یہ شکایت سنتے ہیں کہ غریب عورتیں کہتی ہیں کہ مردوں کے تو کیا کچھ حقوق ہمارے اوپر ہیں اور ہم بالکل جانوروں کی طرح ان کے ہاتھ میں ہیں کہ وہ ماریں پیٹیں یا ذبح کریں ہم کچھ نہیں بول سکتے پس سن لو کہ اللہ سبحانہ کیا فرمارہے ہیں اور مرد بھی سن لیں ذرا کان کھول لیں کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جیسے ان کے اوپر مردوں کے حقوق ہیں ویسے ہی ان کے بھی مردوں پر ہیں پھر یہ کہنے کی گنجائش کہاں رہی کہ ہم جانوروں کی طرح ہیں اس شکایت کی اصل وجہ یہ ہے کہ مردوں نے ان کے کان میں اتنا ہی ڈالا ہے کہ ہمارے حقوق تمہارے اوپر اس قدر ہیں اور یہ بات بالکل ان کے کان تک نہیں پہنچائی کہ تمہارے بھی کچھ حقوق ہمارے اوپر ہیں اور عام مرد تو ایسی بات ان کے کان تک کیوں ہی پہنچنے دیتے کیونکہ اپنے خلاف ہے۔

حقیقت حقوق العباد

مگر غضب تو یہ ہے کہ واعظ صاحبان نے بھی کبھی اس مضمون کو بیان نہیں کیا جب بیان کیا تو یہی کہ عورتیں ایسی بُری ہیں ان میں یہ عیب ہے اور وہ عیب ہے عورتیں تو سرتاپا عیب ہی عیب ہیں گویا دوزخ ہی کے لیے پیدا ہوئی ہیں اس سے بے چاری عورتیں یہ سمجھ گئیں کہ ہم ایسی بُری ہیں اور سرتاپا عیب ہیں تو ہمارے حقوق مردوں کے ذمہ کیا ہوتے بس یہی بہت ہے کہ ہم کو نان ونفقہ دیدیا جاوے۔ صاحبو! جب اللہ تعالیٰ

(۱) ہر چیز میں برابری کا قول اختیار کرنے کا یہ نقصان ہے۔

نے ان کے حقوق مقرر فرمائے ہیں تو ان کو کون بدل سکتا ہے مرد اگر ان کا حق نہ دیں گے تو حق العبد کے گنہگار رہوں گے جو آیتیں میں نے پڑھی ہیں دیکھ لیجئے کس قدر صاف ہیں اس باب میں اور ان سے کس قدر حقوق عورتوں کے ثابت ہوتے ہیں صرف نان نفقہ ہی عورت کا حق نہیں ہے بلکہ یہ بھی حق ہے کہ اس کی دلجوئی کی جائے حدیث میں اِستَوصُوا(۱) بِالنِّسَاءِ خَیراًفَاِنَّمَاھُن عَوانٌ عِندَکُم یعنی عوتوں سے اچھا برتاؤ کرو کیونکہ وہ تمہارے پاس مثل قیدی کے ہیں اور جو شخص کسی کے ہاتھ میں قید ہو ہر طرح اس کے بس میں ہو اس پر سختی کرنا جوانمردی کے خلاف ہے۔ دلجوئی کے معنی یہ ہیں کہ کوئی بات ایسی نہ کرو جس سے اس کا دل دکھے، دل کو تکلیف ہو بیبیو! اس سے زیادہ اور وسعت کیا چاہتی ہو۔

نان نفقہ وغیرہ ضابطہ کے حقوق کو تو سب جانتے ہیں اور وہ محدود حقوق ہیں لیکن دلجوئی ایسا مفہوم ہے جس کی تحدید نہیں ہوسکتی کہ جس بات سے عورتوں کو اذیت ہو وہ مت کرو بھلا اس کی تحدید کیسے ہوسکتی ہے۔ اب کہا جاسکتا ہے کہ عورت کے حقوق غیر محدود ہیں اس حدیث میں ایک اور نکتہ پر متنبہ کرتا ہوں کہ لفظ اعوان سے پردہ بھی ثابت ہوتا ہے

(۱) پوری حدیث یہ ہے الا واستوصوا بالنساء خیر افانماھن عوان عند کم لیس تملکون منھن شیئاً غیر ذالک الا ان یاتین بفاحشۃ حینۃ فان فعلن فاھجروھن فی المضاجع واضربوھن ضرباغیر مبرح فان اطعنکم فلا تبعوا علیہ سبیلا الا ان لکم علی نساء کم حقا والنساء کم علیکم حقا فحقکم علیھن ان لا یوطئن فرشکم من تکرھون الا وحقھن علیکم ان تحسنوا الیھن فی کسوتھن وطعامھن۔

ترجمہ: سن لو میری نصیحت عورتوں کے ساتھ بھلائی کرنے کے متعلق قبول کرو کیونکہ سوا اس کے کچھ نہیں کہ وہ تمہارے پاس قید ہیں اس سے زیادہ کچھ اختیار تم کو ان پر نہیں ہے لیکن وہ اگر کوئی نامناسب کام کریں تو ان کو الگ سلاؤ اور (اگر یہ کافی نہ ہو تو) ان کو مارو مگر سخت مار نہ ہو پھر اگر وہ مطیع ہوجاویں تو ان کو کچھ نہ کہو سن لو کہ کچھ تمہارے حق عورتوں پر ہیں اور کچھ حقوق عورتوں کے تمہارے اوپر ہیں تمہارے حق عورتوں پر ہیں کہ تمہارے فرش پر ایسے شخص کو نہ بٹھلاویں جس کو تم ناگوار سمجھے ہو یعنی گھر میں بلا اجازت کسی کو آنے نہ دیں۔ سن لو ان کا حق تمہارے اوپر یہ (بھی) ہے کہ ان کو اچھی طرح کھانے پہننے کو دو۔ ۱۲ کاتب۔ سن ابن ماجۃ: ۱۸۵۱

کیونکہ مقید ہی ہو کر رہنے کا نام تو پردہ ہے نیز پردہ اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ پردہ کا منشاء حیا ہے اور حیا عورت کے لیے امر طبعی ہے اور امر طبعی کے خلاف پر کسی کو مجبور کرنا باعث اذیت ہے اور اذیت پہنچانا دلجوئی کے خلاف ہے۔ پس عورتوں کو پردہ میں رکھنا ان پر ظلم نہیں ہے بلکہ حقیقت میں دلجوئی ہے اگر کوئی عورت اس کو بجائے دلجوئی کے ظلم سمجھے تو وہ عورت نہیں اس سے اس وقت کلام نہیں یہاں ان عورتوں سے بحث ہے جن میں عورتوں کی فطری حیاء موجود ہو، بے حیاؤں کا ذکر نہیں افسوس ہم ایسے زمانہ میں ہیں جس میں فطری امور کو بھی دلائل سے ثابت کرنا پڑتا ہے۔

ترغیب پردۂ نسواں

صاحبو! پردہ اول تو عورت کے لیے فطری امر ہے دوسرے مصالح عقلیہ بھی اسی کے مقتضیٰ ہیں کہ عورتوں کو پردہ میں رکھا جائے مگر آج کل بعض ناعاقبت اندیش پردے کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں میں بقسم کہتا ہوں کہ پردہ کے توڑنے میں قطع نظر خلاف شرع اور گناہ ہونے کے اتنی خرابیاں ہیں کہ آج جو عقلاء پردہ کی مخالفت کرتے اور پردہ اٹھا دینے کی کوششیں کرتے ہیں ان خرابیوں کو دیکھ کر بعد میں خود ہی یہ تجویز کریں گے کہ پردہ ضرور ہونا چاہیے مگر اس وقت بات قابو سے نکل چکی ہوگی اب تو بنی بنائی بات ہے اس کو نہیں بگاڑنا چاہیے پھر پچھتائیں گے اور کچھ بھی نہ ہو سکے گا آج کل ایسا مزاق بگڑ گیا ہے کہ کوئی پردہ کو خلاف فطرت کہتا ہے کوئی قید اور حبس بیجا کہتا ہے۔ ایک مسلمان انجینئر تھے ان سے ایک پادری انجینئر نے کہا کہ مسلمان مذہب بہت اچھا ہے اس میں سب خوبیاں ہیں سوا اس کے عورتوں کو قید میں رکھا جاتا ہے۔ مسلمان انجینئر نے کہا کہاں؟ ہم نے تو کسی مسلمان عورت کو قید میں نہیں دیکھا۔ کیا وہی قید جس کا نام تم نے پردہ رکھا ہے قید کے لفظ پر یاد آیا کہ ایک انگریز نے بہاولپور میں شاہی محلات کی سیر کی تو یہ داد دی کہ ہاں مکانات تو بہت اچھے ہیں مگر مہذب جیل خانے ہیں (خیر مہذب جیل خانے تو نہیں ہیں) تو ان مسلمان انجینئر صاحب نے پادری سے کہا کہ پہلے آپ یہ

بتلایئے کہ قید کس کو کہتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ قید حبس خلافِ طبع کو کہتے ہیں اور جو حبس خلاف طبع نہ ہو اس کو قید ہرگز نہ کہیں گے ورنہ پاخانہ میں جو آدمی پردہ کرکے بیٹھتا ہے اس کو بھی قید کہنا چاہیے کیونکہ پاخانہ میں آدمی تمام آدمیوں کی نگاہوں سے چھپ جاتا ہے سب سے الگ ہوجاتا ہے مگر اس کو کوئی قید نہیں کہتا کیونکہ یہ حبس خلاف طبع نہیں بلکہ موافق طبع ہے اس لیے کوئی یہ نہیں کہتا کہ آج ہم اتنی دیر قید میں رہے اور فرض کرو اگر اسی پاخانہ میں کسی کو بلاضرورت بند کردیا جاوے کہ باہر سے زنجیر لگادیں اور ایک پہرہ دار کھڑا کردیا جاوے اور اس سے کہہ دیا جائے کہ خبردار یہ آدمی یہاں سے نکلنے نہ پاوے تو اس صورت میں بے شک یہ حبس خلاف طبع ہوگا اور اس کو ضرور قید کہیں گے اور اس صورت میں بند کرنے والے پر حبس بیجا کا مقدمہ قائم ہوسکتا ہے بتلایئے ان دونوں صورتوں میں فرق کیا ہے؟ فرق صرف یہ ہے کہ پہلی صورت میں حبس خلاف طبع نہیں اور دوسری میں خلاف طبع ہے پس ثابت ہوا کہ مطلق حبس کو قید نہیں کہہ سکتے بلکہ حبس خلاف طبع کو کہتے ہیں پس آپ کو پہلے یہ تحقیق کرنے کی ضرورت ہے کہ مسلمان عورتیں جو پردہ میں رہتی ہیں وہ ان کی طبیعت کے موافق ہے یا خلاف اس کے بعد یہ کہنے کا حق تھا کہ پردہ قید ہے یا نہیں میں آپ کو مطلع کرتا ہوں کہ پردہ مسلمان عورتوں کے خلاف طبع نہیں ہے کیونکہ مسلمان عورت کے لیے حیاء امر طبعی ہے لہٰذا پردہ حبس موافق طبع ہوا اور اس کو قید کہنا غلط ہے ان کی حیاء کا مقتضا یہی ہے کہ پردہ میں مستور رہیں بلکہ اگر ان کو باہر پھرنے پر مجبور کیا جاوے یہ خلاف طبع ہوگا اور اس کو قید کہنا چاہیے۔

غرض عوان کے لفظ سے پردہ ثابت ہوتا ہے مگر نہ ایسا پردہ جو قید کا مصداق ہو یعنی پردہ تو ضرور ہو مگر پردہ میں اس کی دلجوئی کے سامان بھی مہیا ہوں یہ نہیں کہ میاں صاحب نماز کو جاویں تو باہر سے تالا لگا کر جائیں کسی سے اس کو ملنے نہ دیں نہ اس کی دسراہت کا سامان کریں بلکہ مردوں کو لازم ہے کہ پردہ میں عورتوں کی دلچسپی کا ایسا سامان مہیا کریں کہ ان کو باہر نکلنے کی ہوس ہی نہ ہو سمجھنے کی بات ہے کہ اگر مردوں کو کسی

وقت وحشت ہوتی ہے تو باہر جا کر ہم جنسوں میں دل بہلا سکتے ہیں بے چاری عورتیں پردہ میں اکیلی کس طرح دل بہلائیں تم کو چاہیے کہ یا خود اس کے پاس بیٹھو یا تم کو فرصت نہیں ہے، تو کسی اس کی ہم جنس عورت کو اس کے پاس رکھو اگر کسی وقت کسی بات پر شکوہ شکایت بھی کرے تو معمولی بات پر بُرا مت مانو تمہارے سوا اس کا کون ہے جس سے وہ شکایت کرنے جائے اس کی شکایت کو نازِ محبت پر محمول کرو۔

عشقِ خاوند

کیونکہ ہماری عورتوں میں محبت کا مادہ اس قدر ہے کہ سچ مچ عشق کا مرتبہ ہے۔ کانپور میں دیکھا گیا ہے کہ بعضی عورتوں نے خاوند کے ظلم اور مار پٹائی سے تنگ آ کر قاضی جی کے یہاں جا کر طلاق لینے کی درخواست کی قاضی جی نے کوشش کر کے طلاق دلوادی ساری عمر کی مصیبتوں اور مار پٹائی کی وجہ سے طلاق لے تو لی مگر طلاق کے وقت زار زار روتی تھیں اور یہ حالت تھی کہ ابھی مرجائیں گی یا زمین پھٹ جائے تو اس میں سما جائیں گی۔ عورتوں کی یہ بات بہت قابل قدر ہے کہ ان کو خاوند سے عشق ہوتا ہے پھر کیا اس کی یہی قدر ہے کہ ان کو تکلیف دی جائے یا ذرا ذرا سی ناگواری پر ان کو الگ کر دیا جائے۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

آنرا کہ بجائے تست ہر دم کرمے عذرش بنہ از کند زبعمرے ستمے (۱)

حضرت لقمان علیہ السلام نے جو حکیم تو سب کے نزدیک ہیں اور بعض کے نزدیک پیغمبر بھی ہیں ایک باغ میں نوکری کر لی (اس سے سبق لینا چاہیے کہ حلال پیشہ کو حقیر نہ سمجھنا چاہیے) مالک باغ ایک روز باغ میں آیا اور ان سے ککڑیاں منگائیں اور اس کو تراش کر ایک ٹکڑا ان کو دیا یہ بے تکلف بکر بکر کھاتے رہے اس نے یہ دیکھ کر کے یہ بڑے مزے سے کھا رہے ہیں یہ سمجھا کہ یہ ککڑی نہایت لذیذ ہے ایک قاش اپنے منہ میں بھی

(۱) ''کہ جس سے ہر وقت راحت پہنچے اس سے کسی وقت اذیت بھی پہنچے تو چشم پوشی کرنا چاہیے''۔

رکھ لی تو وہ کڑوی زہر تھی فوراً تھوک دی اور بہت منہ بنایا پھر کہا اے لقمان تم تو اس ککڑی کو بڑے مزے سے کھا رہے ہو یہ تو کڑوی زہر ہے۔ کہا جی ہاں کڑوی تو ہے کہا پھر تم نے کیوں نہیں کہا کہ یہ کڑوی ہے۔ کہا میں کیا کہتا مجھے یہ خیال ہوا کہ جس ہاتھ سے ہزاروں دفعہ مٹھائی کھائی ہے اگر اس ہاتھ سے ساری عمر میں ایک دفعہ کڑوی چیز ملی تو اس کو کیا منہ پر لاؤں۔ یہ ایسا اصول ہے کہ اگر اس کو میاں بیوی دونوں یاد رکھیں تو کبھی لڑائی جھگڑا نہ ہو اور کوئی بدمزگی پیش نہ آوے بیوی یاد کرے کہ میاں نے ہزاروں طرح کے ناز میرے اٹھائے ہیں ایک دفعہ سختی کی تو کچھ بات نہیں اور خاوند خیال کرے کہ بیوی ہزاروں قسم کی خدمتیں میری کرتی ہے ایک بات خلاف طبع بھی سہی حق تعالیٰ نے بھی یہ مضمون قرآن شریف میں ارشاد فرمایا ہے۔

عورتوں کی سفارش قرآن

مردوں کو غور کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے کس عمدہ پیرایہ میں عورتوں کی سفارش کی ہے فرماتے ہیں: وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ ۚ فَإِن كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا (۱) یہ ہے کتاب اللہ کہ اس کی ایک اسی تعلیم کو دیکھ کر عقل سلیم والا کہہ اٹھے گا کہ بے شک قرآن کتاب اللہ ہے فرماتے ہیں عورتوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو اور اگر کسی وجہ سے وہ تم کو ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ تم کو کوئی چیز ناپسند ہو اور اگر اللہ تعالیٰ اس میں بہت بھلائیاں رکھدیں۔ ظاہر ہے کہ ناپسند ہونا کسی وجہ ہی سے ہوگا اور زیادہ تر عورتوں کے ناپسند ہونے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ ان کے اخلاق اچھے نہیں ہوتے اور یہ بات مرد کے لیے باعث اذیت ہے مگر اللہ تعالیٰ کا گویا وعدہ ہے کہ عورتوں کی بداخلاقی وغیرہ کو بھی خیر کثیر کا سبب بنادیں گے۔ اللہ تعالیٰ حکیم ہیں وہ سب کچھ کر سکتے ہیں مثلاً اس سے اولاد ہی ہوجائے گی جو قیامت میں اس شخص کی دستگیری کرے گی۔ (کیونکہ قیامت میں ایسا بھی ہوگا کہ کسی شخص کے گناہ اس

(۱) سورۃ النساء: ۱۹۔

قدر ہوں گے جس کی وجہ سے اس کو دوزخ میں ڈال دینے کا حکم ہوگا مگر اس کا کوئی بچہ صغیر سن مر گیا ہوگا وہ کہے گا کہ میں اس وقت تک جنت میں نہ جاؤں گا جب تک میرا باپ نہ جائے گا۔ چنانچہ اس کی خاطر سے باپ کو جنت مل جائے گی حدیث میں اس قسم کی خبریں بکثرت آئی ہیں۔ کاتب) نیز عورتوں کی زبان درازی کی صورت میں خیر کثیر اس طرح بھی ہوسکتی ہے کہ مرد اس کی ایذا رسانی پر صبر کرے اور صبر کی جزا جنت ہے ہی اور جنت کا خیر کثیر ہونا ظاہر ہے کیونکہ دنیا میں جو عورت سے تکلیف پہنچی وہ تھوڑی تھی چند روزہ تھی اور اس کے عوض جو راحت آخرت میں حاصل ہوگی وہ یقیناً زیادہ ہوگی کیونکہ وہ باقی اور دائمی ہوگی تو عورتوں کا سبب خیر کثیر ہونا صحیح ہوگیا ان صورتوں میں مرد کو چاہیے کہ حق تعالیٰ کے اس وعدہ پر نظر رکھے اور بیوی کی بداخلاقی پر نظر نہ کرے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ بیوی کو روک ٹوک بھی نہ کرے اصلاح ضرور کرے مگر نرمی کے ساتھ اور کبھی دھمکانا بھی بُرا نہیں مگر ستاوے نہیں اور زیادہ دھمکانا بھی اچھا نہیں جناب رسول اللہ ﷺ کے اخلاق بیبیوں کے ساتھ ایسے عجیب تھے کہ آج کل کے مدعیان تہذیب سنیں تو شاید حیرت کریں۔ مگر ہمیں ان کی حیرت واستعجاب کی پرواہ نہیں ہم ان کی بیوقوفی پر ہنسیں گے اور حضور ﷺ کے حالات واقعات کو کسی نکتہ چینی کے خوف سے مخفی نہ رکھیں گے۔ ہمارا مذہب ایسا نہیں جس کی باتوں کو چھپا چھپا کر رکھا جاوے ہم علی رؤس الاشہاد(۱) ان کو پیش کرنا چاہتے ہیں کیونکہ دنیا میں سب لوگ بیوقوف ہی نہیں بستے بہت سے اہل عقل بھی دنیا میں موجود ہیں جو ان باتوں کی قدر کریں گے۔

اخلاق رسول مقبول ﷺ

کیونکہ ان واقعات سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ ہمارے حضور ﷺ میں بناوٹ اور تصنع نام کو بھی نہ تھا اور یہ خاص دلیل ہے آپ کے سچا ہونے کی بناوٹ اور تصنع سے جھوٹا آدمی خالی نہیں ہوسکتا۔ حضور ﷺ کے یہ اخلاق تھے اپنی بیبیوں کے

(۱) علی الاعلان ان کا اظہار کرنا چاہتے ہیں۔

ساتھ حضرت عائشہؓ چونکہ سب بیبیوں سے کم عمر تھیں تو آپ ان کی عمر کے موافق ان کی دلجوئی فرمایا کرتے تھے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مرتبہ ان کے ساتھ دوڑے بھی ہیں چونکہ حضرت عائشہؓ بچی اور چھریرے بدن کی تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑی عمر کے تھے آپ کا جسم مبارک بھاری ہو چکا تھا اس دوڑ میں حضرت عائشہؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آگے نکل گئیں کچھ عرصہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پھر ایک مرتبہ دوڑے اس مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگے نکل گئے کیونکہ اب حضرت عائشہؓ کا بدن ذرا بھاری ہو گیا تھا عورتیں بہت جلد بھاری ہو جاتی ہیں ان کا نشونما جلدی ہوتا ہے اس وقت یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آگے نہ نکل سکیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اس کا بدلہ ہے کہ تم پہلے آگے نکل گئی تھیں۔ سبحان اللہ کیا ٹھکانا آپ کے اخلاق کا۔ میرے متعلقین میں ایک شخص ہیں جو مجھ سے بیعت بھی ہیں ان میں متانت اور سنجیدگی زیادہ ہے جہاں بیٹھتے ہیں بڑے وقار کے ساتھ بیٹھتے ہیں کیا مجال جو ہنسی آجاوے یا کسی سے کھل کر بات بھی کر لیں ایک دفعہ اس کے متعلق میں نے یہ تقریر کی کہ یہ سنجیدگی ہمیں پسند نہیں۔ آدمی کو چاہیے کہ ہنستا بولتا رہے یہ کیا کہ ہر وقت منہ چڑھا ہوا ہے ایسے آدمی سے کسی کو انس نہیں ہوتا آپ نے اس کا نام وقار رکھا ہے مگر دراصل یہ کبر ہے۔ بھلا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ کون باوقار ہوگا مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خندہ پیشانی تھے۔ صحابہؓ کے ساتھ بولتے تھے لوگ جس قسم کی بات چیت کرتے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس میں شریک رہتے۔ ہمارا وقار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وقار سے زیادہ نہیں ہوسکتا۔ میری عادت ہے کہ میں مدرسہ میں بیٹھ کر دوستوں کے سامنے اپنے گھر کے واقعات وحالات بھی کہہ ڈالتا ہوں (یعنی مخالفوں کے سامنے نہیں) اس سے بھی ان صاحب کو اختلاف تھا وہ کہتے تھے کہ گھر کی باتیں مجمع میں بیان کرنا خلاف متانت ہے۔ انہوں نے تو یہ بات خیر خواہی سے کہی ہوگی لیکن میں اس کو غلط سمجھتا ہوں میں نے کہا مولانا متانت اس کو نہیں کہتے متانت بھی وہی ہے جو سنت سے ثابت ہو آپ اس متانت کی بدولت بعض سنتوں سے محروم ہیں اچھا سچ سچ بتاؤ کبھی تم نے سنت پر بھی عمل کیا جو

حضورﷺ سے ثابت ہے یعنی بی بی کے ساتھ دوڑنا اور بحمداللہ مجھے یہ دولت نصیب ہوئی ہے ہم نے اس سنت پر عمل کیا ہے تم اس متانت ہی میں رہو گے جس کی بدولت سنت معاشرت مع الازواج(۱) پر کبھی عمل نصیب نہ ہوگا۔ یہ متانت نہیں بلکہ تکبر ہے یہ اپنے آپ کو بڑا سمجھنا ہے حضورﷺ کی حالت یہ تھی کہ بکری کا دودھ اپنے ہاتھ سے دوہ لیتے ترکاری کاٹ لیتے اور گھر کے کاموں میں گھر والوں کی مدد فرماتے الحمدللہ اس پر بھی ہمیں عمل کی توفیق ہوئی ہے۔ حضرت یاد رکھئے طریق سنت یہ ہے کہ مسلمان سیدھا سادھا رہے بڑا بن کر نہ رہے یہ کیا کہ جہاں بیٹھیں ایسے بیٹھیں جیسے مجمع کے سردار ہیں ہمارے حضورﷺ تو اس طرح مل جل کر رہتے تھے کہ مجمع میں کوئی یہ بھی تمیز نہیں کرسکتا تھا کہ سردار کون ہے۔ گھر کے اندر یہ حالت تھی کہ بعض دفعہ بیبیاں روٹھ جاتیں اور حضورﷺ ٹال دیتے ایک مرتبہ حضورﷺ بیبیوں سے روٹھ گئے۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضورﷺ کے گھر آئے تو دروازہ میں سے حضرت عائشہؓ کو حضورﷺ کے ساتھ چلا چلا کر بات کرتے ہوئے سنا غصہ آیا جب اندر پہنچے تو صاحبزادی (عائشہؓ) سے کہتے ہیں میں بھی سن رہا ہوں کہ تو حضورﷺ کے سامنے زور سے بول رہی ہے۔ یہ کہہ کر طمانچہ مارنے کو ہاتھ اٹھایا فوراً حضورﷺ نے روک لیا جب حضرت صدیقؓ چلے گئے۔ تو حضور حضرت عائشہؓ سے فرماتے ہیں دیکھا میں نے تم کو کیسا بچالیا ورنہ پٹ گئی ہوتیں۔

حقیقت ناز

ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ بعض ازواج مطہرات حضورﷺ کے سامنے زور سے بولتیں اور ضد کے ساتھ فرمائشیں کرتی ہیں وہ آئے تو اس وقت حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ (حضرت کی عمر بیٹی) موجود تھیں ان کو ڈانٹا کہ تم ڈرتی نہیں ہو۔ دوسری عورتوں کی ریس میں تم نے بھی حضورﷺ کے سامنے زور

(۱) بیوی کے ساتھ سنت کے مطابق رہن سہن حاصل نہ ہوگا۔

زور سے بولنا شروع کیا ہے یاد رکھو! ہلاک ہوجاؤ گی (ازواج کا یہ زور زور سے بولنا اس وجہ سے تھا کہ وہ جانتی تھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے ناراض نہ ہوں گے ورنہ رفع صوت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سخت معصیت (۱) تھا)۔

قصہ افک میں جب حضرت عائشہؓ کی برأت میں وحی نازل ہوئی تو ان کے والدین نے ان سے کہا قُوْمِیْ اِلَیْہِ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جاؤ اور آپ کا شکریہ ادا کروتو آپ فرماتی ہیں: لَا وَاللّٰہِ لَا اَقُوْمَ اِلَیْہِ وَلَا اَحْمَدُ اِلَّا اللّٰہَ ھُوَالَّذِی اَنْزَلَ بَرَاءَ تِی او کماقال۔ یعنی نہیں واللہ میں تو نہیں اُٹھتی نہ میں کسی کا شکریہ ادا کروں سوا اللہ کے اسی نے میری براءت نازل فرمائی۔ ظاہر میں یہ کتنا سخت لفظ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منہ ہی پر کہتی ہیں کہ میں تو نہیں اُٹھتی نہ میں کسی کا شکریہ ادا کروں مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اصلاً ملال نہ ہوا کیونکہ ناز محبوبانہ تھا۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ میں پہچان جاتا ہوں جب تم مجھ سے ناراض ہوتی ہو عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کس طرح پہچان لیتے ہیں۔ فرمایا جب تم راضی ہوتی ہو تو اپنی بول چال میں یوں کہتی ہو لا وربّ محمد۔ اور جب ناراض ہوتی ہو تو یوں کہتی ہو لا ورب ابراھیم (اس وقت رب محمد نہیں کہتی) کہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واقعی آپ کا خیال ٹھیک ہے مگر میں غصہ کی حالت میں بھی صرف آپ کا نام ہی چھوڑ دیتی ہوں یعنی دل سے آپ کو نہیں بھولتی۔ جیسا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت عائشہؓ کے ساتھ بہت تعلق تھا۔ حضرت عائشہؓ بھی سب سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عاشق تھیں ان ہی کا یہ شعر ہے۔

لواحی زلیخا لو رائین جبینہ　　　لآثرن بالقطع القلوب علی الیدی (۲)

حضرت عائشہؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عاشق زار تھیں مگر پھر بھی کبھی اینٹھ جاتیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کچھ نہ کہتے کیونکہ درحقیقت یہ ناراضی نہیں تھی بلکہ ناز تھا یہ ایسا ہے جیسے کبھی رعایا بادشاہ سے خفا ہوجاتی ہے اور وہ ان کو سزا نہیں دیتا بلکہ ان کے کہنے کے موافق

(۱) سورہ حجرات میں یہ تصریح مسئلہ موجود ہے اور رفع صوت پر حبط اعمال کی وعید ہے ۱۲ کاتب (۲) ''زلیخا کی ہجولیاں اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیشانی کو دیکھ لیتیں تو اپنے ہاتھوں کی بجائے اپنے دلوں کو کاٹ لیتیں''۔

کردیتا ہے اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ وہ انتقام سے عاجز ہے بلکہ نہایت درجہ شفیق ہے اور رعایا کی ناز برداری کرتا ہے یہ ہے طرز معاشرت سنت کے موافق اب جو لوگ متانت ووقار کو لئے پھرتے ہیں وہ اسی میں رہیں۔ ہم نے ایک والی ملک کی زیارت کی ہے (ان کا نام نہیں لیتا ہوں) وہ اس قدر خلیق اور نرم تھے کہ ان کی بیوی کبھی کبھی ان کو پیٹ بھی لیتی تھی۔ خیر یہ تو واہیات ہے کہ میاں بیوی کے ہاتھ سے پٹا کرے مگر اس سے یہ تو معلوم ہوا کہ وہ کس قدر خلیق تھے؟ ورنہ ایک دو لگاتے یہ بی بی صاحب کی بدتمیزی تھی کہ وہ میاں پر ہاتھ اٹھاتی تھیں اور میاں کا ڈھیلا پن تھا کہ بی بی کو اتنا گستاخ کردیا تھا صرف نواب صاحب کی وسعت اخلاق دکھلانے کے لیے یہ حکایت زبان پر آگئی باقی بیوی پر اپنا رعب اتنا نہ بڑھانا چاہیے کہ میاں بالکل ہوا ہی ہوجاوے کہ ادھر میاں نے گھر میں قدم رکھا اور بی بی کا دم فنا ہوا ہوش وحواس بھی جاتے رہے بے چاری کے منہ سے کوئی بات نکلی یا کوئی چیز مانگی اور ڈانٹ ڈپٹ شروع ہوگئی کہ تم بہت فضول خرچ ہو اس چیز کی کیا ضرورت تھی، اس چیز کی کیا ضرورت ہے؟

خرچ زوجہ

بعض لوگ ضرورت کھانے پینے میں بھی عورت پر تنگی کرتے ہیں اور اسی کے لیے اصول مقرر کرتے ہیں مثلاً چار آنے روز سے زیادہ نہ دیں گے چاہے کوئی مہمان آوے کوئی بیمار ہوجاوے بات بات پر کہتے ہیں کہ بس اس سے زیادہ نہ ملے گا بھلے مانس عورت اہل وصول ہے اہل اصول نہیں ہے۔ تم بڑے اہل اصول ہو تو ذرا اپنی ذات کے لیے پابندی کرکے دکھلاؤ اپنے واسطے تو کوئی رقم دو آنہ چار آنہ یا روپیہ کی مقرر کرو کہ اس سے زیادہ کسی حال میں خرچ نہ کروگے خواہ بیماری ہو یا شادی یا غمی ہو یا کوئی آفت ناگہانی مثلاً کوئی مقدمہ آپ کے سر پڑ جاوے پھر دیکھیں کہ آپ اصول کی پابندی کہاں تک کرتے ہیں سب اصول رکھے رہ جائیں گے ذرا سی دیر میں سینکڑوں روپیہ پر پانی پھر جاوے گا پھر غریب بیوی کے ساتھ ہی کیوں اصول بگھارتے ہو۔ میں یہ نہیں کہتا کہ

عورتوں کو فضول خرچی کی اجازت دیدی جاوے بلکہ مطلب یہ ہے کہ خدا نے جتنی وسعت تم کو دی ہے جیسا تم اپنی ذات کے لیے خرچ کرتے ہو ویسا ہی اس کو بھی خرچ کرنے دو شریعت کی تعلیم یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو عورت کو راحت دو اس کو پریشان اور تنگ مت کرو نان نفقہ فراغت کے ساتھ دو اس کی دلجوئی کرو اس کی بہت سی ایذاؤں (۱) پر صبر کرو اور حق تعالیٰ کے اس وعدہ پر نظر رکھو۔ فَإِن كَرِهْتُمُوهُنَّ فَعَسَىٰٓ أَن تَكْرَهُوا۟ شَيْـًٔا وَيَجْعَلَ ٱللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا (۲) مسلمانوں کو بیبیوں کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طرز عمل و معاشرت کی موافق عمل کرنا چاہیے متانت وغیرہ کو بالائے طاق رکھنا چاہیے۔ متانت وہی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعمال و افعال میں ہے خوب سمجھ لو۔

مسئلہ تساوی

بیان یہ ہو رہا تھا کہ قرآن میں عورتوں اور مردوں کے متعلق آیتیں مختلف مضامین کی آئی ہیں ایک وہ آیت ہے جس کا بیان ہو رہا ہے جس سے مردوں عورتوں کی تساوی (۳) معلوم ہوتی ہے اور بعض آیتوں سے اس کے خلاف ثابت ہوتا ہے مثلاً وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ (۴) کہ مردوں کا درجہ عورتوں سے زیادہ ہے اس کے آگے ہے۔

وَٱللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ

یہ جملہ تعلیلیہ ہے جس کا حاصل یہ ہوا اس فضیلت میں تعجب کی کوئی بات نہیں کیونکہ یہ اللہ کی دی ہوئی ہے جو غالب ہیں ان کے حکم کو کوئی روکنے والا نہیں اور یہ حکم نرا حاکمانہ بھی نہیں کیونکہ وہ حکیم بھی ہیں انہوں نے جو کچھ بھی حکم دیا ہے حکمت سے خالی نہیں ہوسکتا لہٰذا کچھ چوں و چراں کی گنجائش نہیں ایک آیت اور یاد آئی وہ یہ ہے: وَلَا تَتَمَنَّوْا۟ مَا فَضَّلَ ٱللَّهُ بِهِۦ بَعْضَكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ ۚ لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا ٱكْتَسَبُوا۟ ۖ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا ٱكْتَسَبْنَ (۵)۔

(۱) تکلیفوں (۲) سورۃ النساء: ۱۹ (۳) برابری (۴) سورۃ البقرہ: ۲۲۸ (۵) ''اور تم کسی ایسے امر کی تمنا مت کرو جس میں اللہ تعالیٰ نے بعضوں کو بعضوں پر فوقیت بخشی ہے مردوں کے لیے ان کے اعمال کا حصہ ثابت ہے اور عورتوں کے لیے ان کے اعمال کا حصہ ثابت ہے'' سورۃ النساء: ۳۲۔

آیت کا شانِ نزول

جس کا شانِ نزول یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت ام سلمہ نے حسرت کے ساتھ تمنا کی کہ کاش ہم بھی مرد ہوتے تو مردوں کی طرح جہاد کرتے۔ اس پر یہ آیت اتری جس میں حق تعالیٰ نے ایسی تمنا کرنے سے منع فرمایا ہے اور ممانعت کا عنوان یہ ہے کہ ہم نے جو تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اس کی تمنا ایک دوسرے کو نہ کرنی چاہیے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے اور اسی لیے تو حضرت ام سلمہؓ نے مرد ہونے کی تمنا کی تھی۔ آگے اس آیت میں ہے۔ لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا ۖ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ۚ (۱) یعنی مردوں کو ان کے عمل پر جزا ملے گی اور عورتوں کو ان کے عمل کی اس جملہ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مدار عمل پر ہے اور جب مدار عمل پر ہے تو اگر عورت عمل زیادہ کرے تو مرد سے بھی بڑھ سکتی ہے۔ حاصل یہ کہ یہ تین آیتیں ہیں ایک سے تساوی (۲) ثابت ہوتی ہیں مرد و عورت میں اور ایک سے فضیلت مردوں کو عورتوں پر اور ایک سے یہ کہ عورت مرد سے بھی بڑھ سکتی ہے۔ ان آیتوں میں کسی ظاہر بین کو تعارض کا شبہ ہو سکتا ہے مگر حقیقت میں تعارض نہیں ہے اور اس کا فیصلہ خود قرآن کی آیتوں میں موجود ہے اور یہ خاص شان ہے قرآن کی کہ یُفَسِّرُ بعضہٗ بعضاً یعنی قرآن اپنی شرح خود کرتا ہے اس کو دیکھ کر بے اختیار زبان پر آتا ہے۔

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب گر دلیلت باید ازوے رُو متاب (۳)

یہی قرآن کی شان ہے کہ جہاں کوئی اشکال پیدا ہو غور کرو، وہیں اس کا حل بھی ہوگا اب آیتوں میں غور کیجئے پہلے میں ایک قاعدہ بیان کرتا ہوں اس کو سمجھ لیجئے پھر دیکھئے کہ آیتوں میں تعارض کہاں ہے؟

(۱) سورۃ النساء: ۳۲ (۲) برابری ثابت ہوتی ہے (۳) ''سورج کے وجود کی دلیل یہی ہے کہ دیکھ لو سورج نکلا ہوا ہے اور دلیل کیا ہوتی ہے''۔

فضائل کی اقسام

وہ قاعدہ یہ ہے کہ فضائل دو قسم کے ہیں ایک خلقی (۱) اور ایک مکتسب (۲) خلقی کہتے ہیں پیدائشی کو۔ اور مکتسب کہتے ہیں ان صفات کو جو اختیار اور کسب سے حاصل ہوتی ہیں تو صفات خلقیہ میں تو مرد، عورتوں سے بڑھے ہوئے ہیں جیسے کمال عقل شجاعت قوت عمل، تدبیران ملکات میں حق تعالیٰ نے مردوں کو عورتوں پر فضیلت دی ہے عورت چاہے کیسی ہی امیر زادی ہو کتنی ہی حسین وجمیل ہو چونکہ ان صفات میں وہ مردوں سے گھٹی ہوئی ہے اس لیے فرمایا گیا وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ اور جو صفات مکتسب ہیں یعنی جو حاصل ہوتی ہیں ارادہ عمل اور اختیار سے جیسے اصلاح اخلاق واعمال وغیرہ ان میں نہ مرد کو بڑھا ہوا کہہ سکتے ہیں نہ عورت کو بلکہ جو زیادہ کام کرے اور اخلاق فاضلہ اختیار کریگا وہی بڑھا ہوا ہوگا اگر مرد کوشش کریگا تو مرد بڑھ جاوے گا عورت کوشش کرے گی تو عورت بڑھ جاوے گی یہ حاصل ہے لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ (۳) کا ان دونوں کے علاوہ ایک قسم فضیلت کی اور ہے جس کو اصطلاح میں فضیلت اضافی کہنا چاہیے کیونکہ اس فضیلت کا منشاء خالق وعید کا تعلق ہے یعنی عمل کرنے والے کا عمل ضائع نہ ہونا، سو یہ ایک قاعدہ کلیہ ہے اس میں مرد عورت دونوں مساوی ہیں (۴) عمل کسی کا ضائع نہ ہوگا۔

یہ اور بات ہے کہ ہر عامل کے عمل میں تفاوت ہو لیکن اس قانون میں مساوات رہے گی کہ کسی کا عمل ضائع نہ ہوگا۔ حاصل یہ کہ تین قسم کے فضائل ہوئے فضائل خلقیہ اور فضائل مکتسبہ اور فضائل اضافیہ۔ اول میں مرد بڑھے ہوئے ہیں۔ دوسرے میں کبھی مرد بڑھے ہوئے ہوں گے کبھی عورتیں، تیسرے میں دونوں برابر ہیں اب جو فضائل خلقیہ ہیں ان کی تمنا کرنا اور نہ حاصل ہونے پر دل شکستہ ہونا فضول بات ہے۔ جیسے عورتیں یوں کہیں کہ کاش ہم بھی مرد ہوتے اور اس حسرت میں رات دن رویا کریں تو اللہ تعالیٰ

(۱) پیدائشی (۲) خود حاصل کردہ (۳) ''مردوں کو ان کے عمل کی جزا ملے گی اور عورتوں کو ان کے عمل کی'' سورۃ النساء: ۳۲ (۴) برابر۔

اس سے منع فرماتے ہیں: وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ (۱)

کیونکہ جو چیز محض وہبی ہے اور ہمارے اختیار کو اس میں کچھ بھی دخل نہیں نہ ہم اس کو اپنی سعی وکوشش سے حاصل کر سکتے ہیں تو اسکے لیے رونا رنج کرنا بیہودہ حرکت نہیں تو اور کیا ہے؟ سوائے تضیع (۲) وقت کے اس میں کچھ بھی نہیں پھر اس کی دھن میں آدمی دوسرے ضروری کاموں سے بھی رہ جاتا ہے جن کا حصول اختیاری ہے تو کون عقلمند اس صورت کو پسند کریگا کہ وہبی غیر اختیاری (۳) کے فکر میں رات دن مریں اور اس کے لیے رویا کریں اور تعطل سے مضرت (۴) میں پڑیں پس شریعت کی یہ تعلیم عین مطابق عقل اور بالکل صحیح تعلیم ہے کہ ایسی باتوں کی فکر میں مت پڑو جو تمہارے اختیار سے باہر ہیں مثلاً کوئی رات دن اس رنج میں رویا کرے کہ ہائے ہم نبی نہ ہوئے تو یقیناً احمق ہے، کیونکہ نبوت تو ایک وہبی چیز ہے کسب (۵) سے کسی طرح حاصل نہیں ہوسکتی تو رونے سے کیا فائد؟ اور فضائل مکتسبہ میں تمنا کرنا جائز ہے مگر صرف تمنا کرنا کافی نہیں بلکہ عمل کسب اور ہمت کی ضرورت ہے اس کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں: لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوا وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ (۶) کہ فضائل مکتسبہ اکتساب سے حاصل کرو کہ ان کا مدار صرف کسب پر ہے ہمت کرو نری تمنا سے کچھ نہیں ہوتا۔

امور اختیاری وغیر اختیاری

غرض خلاصہ تعلیم کا یہ ہوا کہ امور غیر اختیاریہ کی تو تمنا بھی نہ کرو اور امور اختیاریہ میں ہمت کرو اور یہ وعدہ یاد رکھو کہ کسی کا عمل ضائع نہ ہوگا۔ یہ کیسی پاکیزہ تعلیم ہے اور یہ تعلیم سالکین کے لیے نہایت کارآمد ہے۔ سالک کو چاہیے کہ اس کو ہر وقت پیش نظر رکھے یہ ایک بڑا بھاری دستور العمل ہے کہ جو بات اس کے اختیار میں نہ ہو اسکے درپے نہ ہو اور جو بات اختیار میں ہو اس میں ہمت کرے مثلاً ذکر وشغل ہے ذوق ووجد

(۱) سورۃ النساء: ۳۲ (۲) وقت ضائع کرنے کے (۳) اللہ کی عطا کردہ غیر اختیاری (۴) مصیبت (۵) اللہ کی عطا ہے اپنی کوشش اور عمل سے نہیں ملتی (۶) ''مردوں کو ان کے عمل کی جزا ملے گی اور عورتوں کے ان کے عمل کی'' سورۃ النساء: ۳۲۔

ہے ان میں ذکر شغل اختیاری چیزیں ہیں اور ذوق اور وجد اختیاری نہیں تو سالک کو چاہیے کہ ذکر شغل جس قدر ہو سکے کرے یعنی جس قدر اس کا مربی تعلیم کرے اس کی پابندی رکھے اور ذوق ووجد کے پیچھے نہ پڑے۔ بعض لوگ جب ذکر شغل کرتے ہیں اور ذوق ووجد پیدا نہیں ہوتا تو دلگیر (۱) ہوتے ہیں اور شکایت کرتے ہیں کہ صاحب ہم کو ذکر شغل کرتے ہوئے اتنے دن ہوئے اب تک کوئی بات ہی نہیں پیدا ہوئی یعنی ذوق وجد کشف وغیرہ وغیرہ حاصل نہیں ہوا میں کہتا ہوں خدا کے بندے اگر یہ امور اختیاری ہیں (حالانکہ یہ غلط ہے) تو شکایت کیوں کرتے ہو کوشش کئے جاؤ، پیدا ہو جاویں گے اور غیر اختیاری ہیں تو ان کے پیچھے کیوں پڑے اور کیوں رنج کیا۔ غرض رنج کرنا اور شکایت کرنا تو ہر حال میں بے سود ہے کام کرنا چاہئے جس کسی کو یہ امور حاصل ہوتے ہیں ان کے اختیار اور کسب کو اس میں دخل نہیں ہوتا ایسے ہی امور کے بارے میں ارشاد ہے۔ وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ (۲) کہ ان باتوں کی تمنا مت کرو اپنا کام کئے جاؤ، غیر اختیاری امور تمنا سے حاصل نہیں ہوتے بلکہ ان کے درپے ہونے سے بے حد پریشانی اٹھانا پڑتی ہے کبھی اس پریشانی میں قبض ہو (۳) جاتا ہے پھر آدمی ذکر وشغل سب کچھ کرتا ہے مگر دل نہیں کھلتا کیونکہ یکسوئی نہیں ہوتی ہر وقت دل میں ایک بند لگا ہوا معلوم ہوتا ہے کبھی آدمی ان پریشانیوں سے گھبرا کر کام ہی کو چھوڑ بیٹھتا ہے حتیٰ کہ ضروری اعمال سے بھی محروم ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی وقت کے لیے عارف شیرازی فرماتے ہیں یہ بزرگ گو صاحب حال ہیں مگر حال کے اندر بھی مسائل کی تعلیم فرماتے ہیں۔

باغباں گر پنج روزے صحبت گُل بایدش ۔۔۔ بر جفائے خار ہجراں صبر بلبل بایدش
اے دل اندر بندِ زلفش از پریشانی منال ۔۔۔ مرغ زیرک چوں بدام افتد تحمل بایدش (۴)

(۱) بعض لوگوں کو ذکر وغیرہ کرنے کے باوجود وجد کی کیفیت اور کشف وغیرہ نہیں ہوتا تو پریشان ہوتے ہیں اور سمجھتے ہیں ہمارے اتنا ذکر کرنے کا کوئی فائدہ نہ ہوا (۲) سورۃ النساء: ۳۲ (۳) دل میں گھٹن سی ہو جاتی ہے اور ذکر میں دل نہیں لگتا (۴) ''اے باغباں اگر پانچ روز بھی گل کی صحبت میسر آ جائے تو جدائی کے کانٹوں کی تکالیف پر بلبل کو صبر آ سکتا ہے۔ اے دل تو اس کی زلفوں میں گرفتار ہو کر پریشان مت ہو کیونکہ عقلمند پرندہ جب جال میں پھنستا ہے تو اس کو تحمل اختیار کرنا چاہئے''۔

حاصل یہ ہے کہ قبض کی حالت میں گھبرانا نہیں چاہیے صبر وتحمل سے کام لینا چاہیے اعمال کو چھوڑنا نہیں چاہیے سالک کو عجیب عجیب حالات پیش آتے ہیں کبھی قبض ہوتا ہے اور یہ تعلیم اسی کے متعلق ہے اور کبھی بسط(۱) ہوتا ہے اور اپنے عمل پر ناز ہوجاتا ہے اس کے واسطے بھی تعلیم فرماتے ہیں:

تکیہ برتقویٰ ودانش درطریقت کافری است راہ روگر صد ہنر دارد توکل بایدش(۲)

یعنی اپنے عمل اور ذکر شغل کو کچھ مت سمجھو۔ ان سے کچھ نہیں ہوتا جو کچھ ہوتا ہے حق تعالیٰ کے فضل سے ہوتا ہے۔ یہ حضرت حافظؒ کی پوری غزل ہے اور اس میں سب مسائل ہی مسائل بیان فرمائے ہیں۔ میں نے ان اشعار کو تعلیم الدین میں تفصیل سے لکھ دیا ہے اس وقت سب اشعار کو نہیں پڑھتا ہوں کیونکہ یہ جلسہ مشاعرہ کا نہیں ہے نہ سب اشعار کی اس وقت ضرورت ہے۔

حقیقت فعل غیر اختیاری

میں بیان یہ کررہا تھا کہ امور غیر اختیاریہ کے پیچھے نہ پڑنا چاہیے اس سے سوائے پریشانی کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا اور وہ حاصل نہ ہوں تو شکایت مت کرو۔ اور جو امور اختیاریہ ہیں ان کو اپنے ارادہ اور اختیار سے کرو جہاں تک اختیار کو دخل ہے۔ اور جس درجہ میں وہ بھی اختیار سے خارج ہوں اس کے بھی پیچھے مت پڑو یہ اصول سالکین کے لیے بہت ہی کارآمد ہیں اور بالکل صحیح ہیں ان کی قدر اس وقت ہوتی ہے جب کوئی پریشان ہوچکا ہو اس کے بعد اس کے کان میں یہ علوم پڑیں تو اس کو ایسا معلوم ہوگا کہ پہلے مردہ تھا اب زندہ ہوگیا۔

امر غیر اختیاری کے فوت ہونے سے ضرر نہیں ہوتا

ایک اور مثال سنئے مثلاً کوئی تہجد کا شوقین ہے تو ظاہر ہے کہ تہجد کا قصد کرنا تو

(۱) دل کھل جاتا ہے (۲) ''طریقت میں عقل وتقویٰ پر بھروسہ کرنا کفر ہے سالک اگر سو ہنر بھی جانتا ہو تو اس کو توکل اختیار کرنا چاہئے''۔

فعل اختیاری ہے لہٰذا اس کو چاہیے کہ ہمت کرے اور آنکھ کھلنے کا اہتمام کرے اس کی تدبیر بھی پوری طرح کرے۔ مثلاً کھانا ذرا سویرے کھاوے اور عشاء کی نماز پڑھ کر فوراً سو رہے اور کھانے میں دو چار لقمے کم کھاوے پانی کم پیئے، یہاں تک تو اس کے اختیار میں ہے اب فرض کرو کہ کوئی شخص یہ سب تدبیریں کر کے سویا اور ارادہ تھا کہ تہجد پڑھیں گے مگر اس پر بھی آنکھ نہ کھلی آنکھ اس وقت کھلی جبکہ تہجد کا وقت ختم ہو چکا تھا تو اب یہ روتا اور پریشان ہوتا ہے اور کہتا ہے میں بڑا بدنصیب ہوں شاید مجھ سے کوئی گناہ سرزد ہوا ہے جو تہجد سے محروم رہا لیکن اگر یہ بات اس کے کان میں پڑی ہوئی ہے تو بہت کام دے گی کہ امر غیر اختیاری کے پیچھے نہ پڑنا چاہیے اس کے فوت ہونے سے کچھ ضرر نہیں ہوتا اس بات کے بتلانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک بار حضور ﷺ کی نماز فجر قضا کرادی تاکہ سالکین کو اس واقعہ سے تسلی ہو جائے۔

لیلۃ التعریس کا واقعہ

حدیث میں لیلۃ التعریس کا قصہ مشہور ہے وہ یہ کہ حضور ﷺ ایک دفعہ معہ لشکر کے سفر میں تھے رات کے آخری حصہ میں ایک میدان میں قیام کیا فجر کی نماز کے لیے جاگنے کا پورا اہتمام کیا گیا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کوئی ہے جو اس وقت بیدار رہ کر پہرہ دے تاکہ صبح کے وقت ہم کو اٹھاوے حضرت بلالؓ اس کے لیے تیار ہوئے اور کجاوہ سے پشت لگا کر مشرق کی طرف منہ کر کے بیٹھ گئے کہ فجر ہو تو اذان دوں اور سب کو اٹھاؤں خدا کی قدرت کہ سب تو سو ہی رہے تھے ان کی بھی آنکھ لگ گئی اور ایسے بے خبر سوئے کہ سورج نکلنے کے بعد سب سے پہلے حضور ﷺ کی آنکھ کھلی لوگ گھبرا گئے اور پریشان ہوئے اور ڈر گئے کہ آج نماز قضاء ہوگئی۔ خدا جانے کیا وبال آوے گا۔ حضور ﷺ نے تسلی دی اور فرمایا گھبراؤ نہیں (سبحان اللہ کیسی عجیب تعلیم اور کیسا استقلال اور کیسا عرفان ہے) پھر فرمایا لَا تَفْرِيْطَ فِي النَّوْمِ سونے میں کوئی تقصیر نہیں کیونکہ غیر اختیاری بات ہے اِنَّمَا التَّفْرِيْطُ فِي الْيَقَظَةِ تقصیر تو بیداری کی حالت میں

ہوتی ہے اس کے بعد وہاں سے تھوڑی دور چل کر قضا نماز پڑھی۔ کیا ٹھکانا ہے اس شفقت کا خدا کی حکمت ورحمت ہے کہ عمر بھر میں ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز بھی قضا ہوگئی اگر ایسا نہ ہوتا تو اہل سلوک تو ایسا واقعہ پیش آنے سے مرہی جاتے حق تعالیٰ نے ایک نظیر قائم کردی جس سے اہل سلوک کو تسلی ہوسکتی ہے کہ امام العارفین اور سلطان العابدین (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یہ بات پیش آئی تو ہم کیا چیز ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تو فرض نماز قضاء ہوگئی تھی تا بنفل چہ رسد(۱)۔ اس بات کے کہنے کو تو جی نہیں چاہتا تھا کیونکہ شاید کم ہمتوں کو اس سے سہارا مل جاوے مگر جب حدیث میں واقعہ منقول ہے تو یہ دین کی ایک بات ہے اور دین کی بات کو چھپانا دین کے خلاف ہے اس لیے ظاہر کردیا نیز جیسے تھوڑے سے ضرر(۲) کا احتمال ہے اس سے زیادہ نفع کی امید ہے کیونکہ اہل ہمت کو بعض وقت معمولات کے فوت ہونے سے بہت پریشانی ہوجاتی ہے ان کے لیے اس واقعہ میں بہت کارآمد اور ضروری بات موجود ہے جس سے ان کی زندگی ہوسکتی ہے۔ اس واقعہ سے اس مسئلہ کی پوری تائید ہوگی کہ امر غیر اختیاری کے پیچھے نہ پڑنا چاہیے آدمی کو چاہیے کہ جتنا ہوسکے کوشش کرے۔ اختیاری اعمال میں کوتاہی نہ کرے اگر اس پر بھی کامیابی نہ ہو تو اب معاملہ اختیار سے باہر ہے اس کے پیچھے نہ پڑے اور کامیابی نہ ہونے سے رنجیدہ نہ ہو دیکھو لیلۃ التعریس کے واقعہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صبح کی نماز کے لیے تدبیر پوری کی کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو پہرہ پر بٹھادیا یہاں تک تو اختیاری فعل تھا اس کے آگے غیر اختیاری معاملہ تھا جب اختیاری فعل میں کوتاہی نہیں کی گئی اور پھر بھی کامیابی نہیں ہوئی تو آپ نے صحابہ کو رنج وغم کرنے سے منع کیا ان کو تسلی دی اور اطمینان دلایا کہ تم کو کچھ گناہ نہیں ہوا رنج نہ کرو مگر اب تو یہ حال ہے کہ بعض لوگ تہجد کا شوق ظاہر کرتے ہیں تو میں پہلے تو ان کو آنکھ کھلنے کی تدبیریں بتلاتا ہوں۔ بعض اس پر بھی شکایت کرتے ہیں کہ ساری تدبیریں کیں مگر کامیابی نہیں ہوتی۔ تہجد اب بھی قضا ہوجاتا ہے تو میں کہتا ہوں کہ عشاء کے بعد وتر سے پہلے تہجد پڑھ لیا کرو۔ اس پر ان کے دل کو قناعت نہیں ہوتی اور یوں کہتے ہیں کہ عشاء کے بعد تہجد

---

(۱) پس نفل کے قضاء ہونے پر اس قدر غم کے کیا معنی (۲) نقصان۔

پڑھنے سے تو جی بھلا نہیں ہوتا اس خودرائی پر مجھے غصہ آتا ہے آخر مجھے یہ کہنا پڑتا ہے کہ بھائی مجھے چھوڑو اور اس کے پاس جاؤ جو تمہارا جی بھلا کرے۔ خبردار جو پھر مجھ سے کوئی شکایت کی جب تم کو ایک بات بتائی جاتی ہے تو اس پر عمل کیوں نہیں کرتے اور اگر عمل کرنا نہیں ہے تو پوچھتے کیوں ہو؟

ضرورتِ عمل

صاحبو! یہ بھی نفس کا ایک حیلہ ہے کہ جی بھلا نہیں ہوتا اس حیلہ سے نفس تم کو اول شب کے صلوٰۃ اللیل سے بھی محروم کرنا چاہتا ہے اور آخر میں آنکھ نہیں کھلتی تو انجام یہ ہوتا ہے کہ تہجد بالکل نصیب نہیں ہوتا بتلاؤ یہ اچھا ہے یا یہ اچھا ہے کہ کچھ تو نصیب ہوجاوے، ہاں ایک صورت تمہارا جی بہلانے کی یہ ہے کہ مجھے ایسی کرامت دلوادو کہ میں تمہارے پاس آکر ڈنڈے مارکر اٹھادیا کروں گویا میں انسپکٹر بن جاؤں۔ خوب یاد رکھو کہ کام اپنے ہی کرنے سے ہوتا ہے اگر اول شب میں تہجد پڑھنے سے جی بہلا نہیں ہوتا تو ہمت کرکے اخیر شب میں اٹھا کرو مشکل یہ ہے کہ بعض لوگ سہل تعلیم کی قدر نہیں کرتے اور دشوار تعلیم پر ان سے عمل نہیں ہوسکتا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کام ہی رہ جاتا ہے۔ جب آنکھ نہ کھلنا غیر اختیاری بات ہے تو جتنا اختیاری ہے یعنی اول شب میں پڑھ لینا اس پر عمل کیوں نہیں کرتے اخیر شب کا تہجد نہ سہی اول شب کا تو ہوجاوے گا نہ ہونے سے تو اچھا ہوگا پھر جب تمہارا ارادہ اخیر شب میں پڑھنے کا ہے تو یہ ارادہ فعل اختیاریہ ہے آپ نے یہ کرلیا تو باوجود تہجد ناغہ ہوجانے کے بھی اس کا ثواب ملے گا اگر آنکھ کھل گئی تو خوش قسمتی ہے نہ کھلی تو پریشان نہ ہوجائے۔ حاصل یہ کہ آیت وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ (۱) میں یہ تعلیم ہے کہ امور غیر اختیاریہ کے پیچھے نہ پڑنا چاہیے یہ بات سالکین کے لیے بڑے ہی کام کی ہے اس کی قدر کرنی چاہیے۔ یہ بات درمیان میں جملہ معترضہ کے طور پر آگئی۔

(۱) ''اس بات کی تمنا مت کرو جس میں اللہ تالیٰ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فوقیت عطا فرمائی ہے'' سورۃ النساء: ۳۱۔

تمنا کی حقیقت

اصل بیان عورتوں کے متعلق ہورہا تھا کیونکہ آیت وَلَا تَتَمَنَّوۡا الخ کی اصل مخاطب عورتیں ہیں جیسا کہ شان نزول سے معلوم ہوا حضرت ام سلمہؓ نے تمنا کی تھی کہ ہم مرد ہوتے تو اچھا تھا۔ اس پر یہ آیت اتری جس میں بتادیا گیا کہ ایسی تمنا فضول ہے۔ یہ تو قانونی جواب ہے کہ منع کر دیا گیا کہ ایسی تمنا مت کرو اور اس میں ایک راز بھی ہے وہ یہ کہ خدا تعالیٰ نے جس کو مرد بنایا اس کے لیے یہی مناسب تھا اور جس کو عورت بنایا اس کے لیے بھی یہی مناسب تھا ہر شخص کو خدا تعالیٰ نے وہی دیا ہے جو اس کے لیے مناسب تھا اس کی تفصیل کہاں تک کی جاوے اہل بصیرت خود سمجھ سکتے ہیں اور ذرا سے غور سے ہر موقع پر سمجھ میں آسکتا ہے کہ جس کو جیسا حق تعالیٰ نے بنادیا ہے اس کے لیے وہی مناسب تھا۔ گو ہر شخص دوسرے کو دیکھ کر یہ تمنا کرتا ہے کہ میں ایسا ہوتا اور اپنی حالت پر قناعت نہیں ہوتی لیکن غور کر کے دیکھئے اور سوچئے تو اس کو معلوم ہوگا کہ میرے مناسب وہی حالت ہے جس میں خدا نے مجھ کو رکھا ہے آج کل بھی ایسے لوگ موجود ہیں کہ دوسروں کی حالتوں کو سن کر تمنا کرتے ہیں کہ ہم فلاں ہوتے۔ چنانچہ ایک مولوی صاحب تھے جو پڑھے لکھے ذی استعداد تھے حدیث میں حضرت عائشہؓ کے فضائل پڑھاتے ہوئے یہ تمنا کی تھی کہ ہائے میں عائشہ ہی ہوجاتا۔ میں نے کہا جا بندۂ خدا، تمنا ہی کرنا تھی تو یہ تمنا کی ہوتی کہ میں ابوبکر صدیق ہوتا آپ مرد سے عورت بننا چاہتے ہیں۔ وہی صاحب ایک دفعہ جنت کے فضائل دیکھتے ہوئے کہنے لگے کاش میں جنت کا الو ہی ہوجاتا۔ میں نے کہا پھر آپ جنت کو بھی ویران کرتے (یہ ظریفانہ کلمہ بنا بر قول مشہور ہے کہ الو کے بیٹھنے سے ویرانہ ہوجاتا ہے ورنہ اس کی کچھ اصل نہیں) خیر وہ تو جنت ہی کا الو بننا چاہتے تھے مگر آج کل زمانہ عجیب طرح کا ہے کہ لوگ ہندوستان اور پنجاب کے جانور بننا چاہتے ہیں کوئی شیر پنجاب بنتا ہے، کوئی طوطی ہند، کوئی بلبل ہند لوگ انسان سے جانور بننا چاہتے ہیں۔ خدا خیر کرے آج تو شیر اور بلبل بنے ہیں کل کو گاؤ ہند (۱) اور خر ہند (۲)

(۱) ہندوستان کی گائے (۲) ہندوستان کا گدھا۔

بھی بننے لگے گا۔ کیا واہیات ہے خدا نے تم کو انسان بنایا تم چرند پرند کیوں بنتے ہو۔ حق تعالیٰ نے تو تم کو مرد بنایا تم عورت کیوں بنتے ہو۔ خدا تعالیٰ کے فعل میں اصلاح کیوں دیتے ہو۔ دوسروں کو دیکھ کر ان کی برابر ہونے کی تمنا کرنا ٹھیک نہیں اسی کی ایک فرع یہ بھی ہے کہ بعض لوگ جوش محبت میں کہا کرتے ہیں ہائے ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں کیوں نہ ہوئے؟ ظاہر میں تو یہ لفظ اچھا معلوم ہوتا ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کی دلیل ہے، مگر ذرا سوچو تو کہ اگر ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ہوتے اور ہم ہم ہوتے یعنی ایسے ہی ہوتے جیسے اب ہیں (اور اگر ایسے نہ ہوتے بلکہ کچھ اور ہوتے تو اس سے بحث نہیں کیونکہ اس وقت ہم ہم نہ ہوتے) تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں ہمارے ہونے کا نتیجہ کیا ہوتا کہ جب جہاد کی آیت نازل ہوتی تو ہم کیا کرتے ذرا دل کو ٹٹول کر دیکھئے کہ اس وقت ہماری کیا گت ہوتی۔ حالت تو یہ ہے کہ رات کو پیشاب کرنے کو بھی اٹھتے ہیں تو بی بی سے کہتے ہیں ذرا کھڑی ہو جانا میں پیشاب کرلوں اور آیت میں حکم ہوتا اہل فارس کے مقابلہ میں جانے کا جو بڑے سازوسامان والے اور بڑے لڑنے والے تھے تو سوا اس کے کہ ادھر اُدھر دیکھتے پھرتے ہم اور کیا کرتے پھر ہماری اس حرکت سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رنج پہنچتا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رنج دینے کا وبال جتنا سخت ہے معلوم ہے۔ تو بجائے اس کے کہ ہم کو اس زمانہ میں ہونے سے کچھ فائدہ پہنچتا سخت سے سخت نقصان پہنچتا۔ خدا جانے ہمارا کیا حشر ہوتا پس بڑی خیر ہوئی کہ ہم اس زمانے میں نہ ہوئے اور اگر جہاد کی آیت بھی نہ اترتی تب بھی کبھی تو ایسی صورت پیش آتی ہی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری کسی بے عنوانی پر خفا ہوتے۔

حقیقتِ رسول مقبول

کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف حلیم ہی نہ تھے بلکہ حکیم بھی تھے کبھی خفا بھی ہوتے تھے۔ نرمی کے موقع پر نرمی اور سختی کے موقع پر سختی فرماتے تھے کیونکہ ہر جگہ نرمی کارآمد نہیں بلکہ ہر چیز اپنے موقع پر ہی کارآمد ہوتی ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فضول باتوں پر ناخوش بھی ہوتے تھے اس قسم کے بہت سے قصے حدیثوں میں موجود ہیں اب سوچئے کہ اس

وقت ہم کیا کرتے؟ ہم لوگوں کی جو کچھ حالت ہے وہ معلوم ہے۔تو حضرت جو کچھ محبت اور جوش ہم اس وقت ظاہر کر رہے ہیں جس کی بناء پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں ہونے کی تمنا کی جاتی ہے اس کی پوری حقیقت کھل جاتی نیز اگر ہم سے کوئی بے عنوانی ہوجاتی اور فرض کیجئے بطور معالجہ کے کوئی ایسی صورت تجویز فرماتے جس سے مجمع عام میں ہماری ذلت ہوتی اس وقت ہم جیسوں کو کیسی مشکل پیش آتی کیونکہ دیکھتے ہیں اس وقت طالبین کی حالت یہ ہے کہ علماء اور بزرگوں اور استادوں کے سامنے منہ بنانے لگتے ہیں ذرا سی سختی کے متحمل نہیں ہوتے مگر یہ حضرات تو نبی نہیں ہیں ان کے سامنے منہ بنانے کا نتیجہ اتنا ہی ہے کہ ان کے فیوض و برکات اور تعلیم سے محروم رہے مگر نبی کے ساتھ قلب میں کدورت ہونا ان کے حکم سے ناگواری لینا تو کفر ہے سو ہمیں اس زمانے میں ہونے سے یہ حاصل ہوتا اچھے صحابی بنتے کہ اخیر میں کافر اور مرتد ہی بننا پڑتا۔ میں تو یہی کہتا ہوں کہ خدا نے بڑی خیر کی کہ ہم اس زمانہ میں نہ ہوئے ورنہ ہلاک ہی ہوجاتے۔ بس ہماری تو دور ہی کی محبت ٹھیک ہے اس وقت دل میں کیا کیا ولولے اٹھتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار کا شوق غالب ہے مسلمان کا بس نہیں کہ ایک نظر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ لیں ورنہ ہر مسلمان کی واللہ یہ حالت ہے کہ سارا مال اور ساری اولاد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار پر نثار کرنے کو تیار ہے گو اس میں زیادہ حصہ زبانی ہی جمع خرچ ہو مگر خیر کچھ تو محبت بھی ہے مگر اس صورت میں قلعی کھل جاتی اور زبانی محبت بھی نہ رہتی۔ غرض ہمارے مناسب حال یہی ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں نہ ہوئے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ کے مناسب حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم ہی تھے جن کے صدق ومحبت وعشق کے کارنامے دنیا کو معلوم ہیں۔

مرتبہ نسواں

غرض جس کو جس حال میں خدا تعالیٰ نے رکھا اس کے لیے وہی مناسب تھا اگر مرد عورتیں بن جائیں اور عورتیں مرد تو خدا جانے کیا کیا آفتیں کھڑی ہوجائیں خدا تعالیٰ نے مختلف قسم کی مخلوقات پیدا کی ہیں اور ہر نوع کو جدا جدا حالات دیئے ہیں سو ہر نوع

اسی حالت کے قابل ہے جو اس کے لیے تجویز ہوئی اس مضمون کو کسی نے کیا خوب کہا ہے۔

بگوش گل چہ سخت گفتہ کہ خندان ست بعند لیب چہ فرمودہٗ کہ نالاں ست (۱)

اہل لطائف نے آیت وَءَاتَىٰكُم مِّن كُلِّ مَا سَأَلْتُمُوهُ (۲) کی تفسیر میں فرمایا ہے اے بلسان الاستعداد کہ جس میں جیسی استعداد تھی ویسا ہی اس کو دیا۔ جب ثابت ہو گیا کہ جس کو حق تعالیٰ نے جو کچھ دیا ہے اس کے مناسب وہی تھا تو اس کے خلاف کی تمنا کرنا فضول اور بیکار ہے بلکہ حق تعالیٰ کے فعل میں اصلاح دینا ہے۔ لہٰذا عورتوں کو یہ تمنا کرنا کہ ہم مرد ہوتے بے جا ہے۔ اب میں بیان کو ختم کرتا ہوں خلاصہ یہ ہے کہ عورتیں ہر طرح مردوں سے گھٹی ہوئی نہیں جیسا عام طور سے مشہور ہے بلکہ بعض باتوں میں مردوں کی برابر ہیں یعنی فضائل اضافیہ میں جس کے بارے میں یہ آیت ہے۔ أَنِّي لَآ أُضِيعُ عَمَلَ عَـٰمِلٍ مِّنكُم مِّن ذَكَرٍ أَوْ أُنثَىٰ (۳) اور بعض باتوں میں مردوں سے بڑھ بھی سکتی ہیں یعنی فضائل مکتسبہ میں جس کے متعلق یہ آیت ہے: لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا ٱكْتَسَبُوا۟ ۖ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيبٌ مِّمَّا ٱكْتَسَبْنَ (۴) ہاں بعض باتوں میں عورتیں مردوں سے گھٹی ہوئی ہیں اور وہ امور خلقیہ ہیں جیسے قوت شجاعت تدبیر وغیرہ تو جس بات میں وہ مردوں کے برابر ہیں یعنی عدم ضیاع عمل (۵) اور جس بات میں ان سے کم ہیں یعنی امور خلقیہ (۶) یہ دونوں ان کے اختیار سے خارج ہیں کیونکہ امر اول یعنی عدم ضیاع عمل (۷) تو وعدہ ہے حق تعالیٰ کی طرف سے جس میں محض اپنے فضل سے حق تعالیٰ نے عورتوں کو مردوں کی برابر رکھا ہے تو وہ حق تعالیٰ کا فعل ہے نہ ان کا اور چونکہ اس کا وعدہ ہے اس لیے اس کی تمنا کے کچھ معنی نہیں ہاں دعا اس کے لیے بھی مندوب (۸) ہے اور دعا کے معنی یہ ہوں گے کہ ہم کو اس قابل بنا دیجئے کہ ہم محل وعدہ بن سکیں اور امور خلقیہ

(۱) ''پھول کے کان میں کیا کہہ دیا کہ خنداں ہے اور بلبل سے کیا فرما دیا کہ نالاں ہے'' (۲) ''اور اس نے تم کو سب کچھ عطا کیا جو تم نے اس سے سوال کیا'' سورۃ ابراہیم: ۳۴ (۳) ''میں تم میں سے کسی شخص کے عمل کو جو کہ تم میں سے کرنے والا ہو اکارت نہیں کرتا خواہ وہ مرد ہو یا عورت'' سورہ ال عمران: ۱۹۵ (۴) ''مردوں کو ان کے عمل کی جزا ملے گی اور عورتوں کو ان کے عمل کی'' سورۃ النساء: ۳۲ (۵) ان کا عمل ضائع نہیں ہوگا (۶) اللہ نے جیسی ان کی تخلیق کی (۷) عمل کے ضائع نہ ہونے کا (۸) مستحب۔

کا خارج عن الاختیار[(۱)] ہونا ظاہر ہے اور چونکہ ان میں حق تعالیٰ نے مردوں کو فضیلت دی ہے عورتوں پر لہٰذا اس کے خلاف کی تمنا کرنا یا دعا کرنا بھی جائز نہیں جیسے عورت تمنا کرے کہ مرد بن جائے۔ اب رہ گئے وہ امور جن میں عورتیں مردوں سے بڑھ بھی سکتی ہیں ان کا خلاصہ ہے اعمال شرعیہ اور اس سے بھی مختصر لفظ ہے دین سو وہ اختیاری ہے اس میں جتنی جس کی ہمت ہو ترقی کرسکتا ہے مرد ہمت کریں تو عورتوں سے بڑھ سکتے ہیں۔ عورتیں ہمت کریں مردوں سے بڑھ سکتی ہیں جس کو شوق ہو ہمت کرے میدان وسیع پڑا ہوا ہے پس عورتوں کو یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ ہم لاشئ محض [(۲)] ہیں یا دوزخ ہی کے لیے پیدا ہوئی ہیں یا کسی طرح مردوں کی برابر نہیں ہوسکتیں خدا کا فضل بہت وسیع ہے قدم بڑھاؤ اور ہاتھ پیر مارو۔

حقیقت مردوزن

اب یہاں سے ایک مسئلہ فقہیہ اور نکلتا ہے وہ یہ کہ جن باتوں میں حق تعالیٰ نے مرد اور عورت میں فرق رکھا ہے ان میں عورت کو مردوں کی برابری ظاہر کرنا اور ان کے مشابہ بننا جائز نہیں اسی کو تشبہ بالرجال [(۳)] کہتے ہیں یعنی مردوں کی سی صورت شکل چال ڈھال اختیار کرنا حرام ہے مگر آج کل عورتوں میں یہ خبط بھی پایا جاتا ہے وضع قطع میں مرد بننا چاہتی ہیں ان کا بس چلے تو سچ مچ مرد ہی بن جائیں مگر کیا کریں یہ تو ان کے اختیار سے خارج ہے لہٰذا اتنا ہی کرتی ہیں کہ مردانہ کھڑا جوتا ہی پہن لیں۔ بیبیو! خدا سے ڈرو کہیں تمہارے ڈاڑھی نہ نکل آوے خدا تعالیٰ کو کچھ مشکل نہیں یاد رکھو! کہ جب حق تعالیٰ نے ان باتوں کی تمنا کرنے سے بھی منع کر دیا ہے جو مردوں کے ساتھ خاص ہیں تو بتکلف ان کے اختیار کرنے کو کب جائز رکھیں گے۔

حکایت

ایک شخص کا قصہ ہے کہ اس نے ایک دفعہ داڑھی منڈائی حق تعالیٰ کی طرف سے یہ اس کو سزا ملی کہ داڑھی میں بال خورہ لگ گیا پھر تمام عمر داڑھی نہ نکلی خدا تعالیٰ کو

(۱) جو کام تخلیقی طور پر ان سے متعلق میں وہ ان کے اختیار سے باہر ہیں (۲) ہماری کوئی حیثیت نہیں ہے
(۳) مردوں کی مشابہت اختیار کرنا۔

سب کچھ قدرت ہے ان کو اس پر بھی قدرت ہے کہ عورت کے داڑھی نکال دیں یا مرد کی داڑھی ندارد کر دیں بلکہ عورت سے مرد یا مرد سے عورت بنا دیں چنانچہ بہت عرصہ ہوا کہ ضلع اعظم گڑھ سے میرے پاس ایک سوال آیا تھا کہ ایک عورت مرد بن گئی ہے اب اس کا مہر خاوند کے ذمہ واجب رہے گا یا نہیں اور دیگر حقوق واجبہ کا کیا حکم ہے مجھے یہ سوال نہایت منکر معلوم ہوا کہ کیونکہ یہ خیال ہوا کہ محض فرضی سوال ہے بھلا ایسا بھی کہیں ہوسکتا ہے کہ عورت مرد بن جاوے اس زمانہ میں جوانی کا جوش تھا میں نے ٹھان لی کہ جس طرح ہوگا اس سوال کا حل کر کے رہوں گا چنانچہ ساری فقہ کی کتابیں الٹ ڈالیں اور تمام شقوں کے جواب دلائل فقہیہ سے لکھے۔ اب جب عمر ڈھلی تو مجھے اپنے نکیر پر ہنسی آئی کہ اس میں تعجب کی کیا بات تھی۔ خدا تعالیٰ کی قدرت کے سامنے کیا بڑی بات ہے کہ عورت مرد بن جاوے چنانچہ بعد میں ایک شخص اسی موضع کے رہنے والے ملے انہوں نے کہا یہ تو ہمارے ہی گاؤں کا قصہ ہے اور واقعی وہ عورت مرد بن گئی تھی (بن گئی کہوں یا بن گیا) پھر وہ شخص (شخص کہوں یا شخصہ) حج کو گیا (یا گئی) غرض اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہیں کہ عورت کو مرد اور مرد کو عورت کر دیں پس اے بیبیو! اللہ تعالیٰ سے ڈرتی رہو کہیں تشبہ بالرجال (۱) کرنے سے تمہارے منہ پر داڑھی نہ نکل آوے۔ ہم نے لکھنو میں ایک تمباکو فروش عورت کو دیکھا ہے اس کے داڑھی نکل آئی تھی تو اس میں امکان عقلی اور امکان وقوعی دونوں موجود ہیں ممکن ہے کوئی بی بی ایسی بہادر ہوں کہ وہ اس کو بھی گوارا کر لیں اور کہہ دیں کہ اس میں حرج کیا ہے میں کہتا ہوں کہ بہت اچھا تم نے اس کو تو گوارا کر لیا مگر اس کا کیا علاج ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسی عورت پر لعنت فرمائی ہے۔ جو مردوں کی سی وضع بنائے اس لعنت کو مسلمان کیسے گوارا کر سکتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ لعنت کی جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس مرد پر جو عورتوں جیسی وضع بنائے اور اس عورت پر جو مردوں جیسی وضع بنائے۔ علماء نے اسی حدیث سے عورتوں کے لیے کھڑے جوتے کو حرام کہا ہے اور فرمایا ہے کہ عورتوں کو پھڈّا جوتا (۲) پہننا چاہیے۔ ہمارے قصبات میں تو اس عورت کو بازاری عورت سمجھا جاتا ہے

(۱) مردوں کی مشابہت اختیار کرنے سے (۲) وہ جوتا جس کی ایڑی بیٹھی ہوئی ہو۔

جس کے پیر میں کھڑا جوتا ہو، مگر شہروں میں ایسی آزادی پھیلی ہے کہ بعض شہروں میں عورتیں اچکن بھی پہنتی ہیں (۱) اور یہ رواج تو عام ہو چلا ہے کہ عورتیں گرگابی جوتا پہنتی ہیں اور اس میں قصور عورتوں کا تو ہے ہی، کچھ ڈھیلا پن مردوں کا بھی ہے کہ وہ ان باتوں کو معمولی سمجھ کر عورتوں پر روک ٹوک نہیں کرتے حالانکہ یہ باتیں خفیف نہیں ہیں لعنت سے زیادہ اور کیا سختی ہوگی جب ان باتوں پر لعنت آئی ہے تو خفیف کیسی مگر یوں کہیئے کہ لوگوں کو دین کا اہتمام ہی نہیں سالن میں ذرا نمک تیز ہو جاوے تو مرد ایسے خفا ہو جاتے ہیں کہ کھانا نہ کھاویں اور رکابی بی بی کے منہ پر دے مارے اسے مارنے پیٹنے کو کھڑے ہو جاویں مگر لعنت کے کام پر ذرا حرکت نہیں ہوتی بلکہ بعضے مرد تو ایسے آوارہ مزاج ہیں کہ باہر والی عورتوں کو دیکھ کر ان کے دل میں خود ہی شوق اٹھتا ہے کہ گھر والیوں کو ان ہی جیسا بنائیں افسوس؟ کہاں گئی ان کی غیرت اور کہاں گئی شرافت؟ کیا شریف بیبیوں کو بازاری بنانا چاہتے ہیں؟ گھر میں رہنے والی عورتیں تو بس اول جلول ڈھیلی ڈھالی وضع ہی میں اچھی لگتی ہیں یہ کیا کہ کسی کسائی پھرتی ہیں یہ کوئی سپاہی ہیں جو ہر وقت کمر کسی ہوئی ہے ہاں یہ ضروری ہے کہ میلی کچیلی نہ رہیں کیونکہ صفائی اور زینت یہ زوج کا حق ہے مگر یہ مناسب نہیں کہ آستینیں بھی کسی ہوئی ہیں پاجامے بھی ایسے چست ہیں کہ چٹکی لو تو کھال چٹکی میں آجاوے جوتا بھی جڑھا ہوا ہے یہ کیا لغو حرکتیں ہیں خدا تعالیٰ نے تو تم کو عورت بنایا ہے تم مرد کیسے بن سکتی ہو، یہ تو قلب موضوع ہے بیان بطور تفریع کے ہو گیا ورنہ اصلی بیان ختم کر چکا ہوں۔

فضائلِ نسواں

خلاصۃ الخلاصہ یہ ہے کہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ مردوں کو عورتوں پر علی الاطلاق فضیلت ہے اور عورت مرد کے مقابلے میں مطلقاً کوئی چیز نہیں، یہ غلط ہے بلکہ بعضی باتوں میں عورت مرد کے برابر ہے اور بعضی باتوں میں مرد سے بڑھ بھی سکتی ہے یعنی اعمال میں کہ نماز روزہ زیادہ کرے تو مرد سے زیادہ درجہ حاصل کر سکتی ہے اس کا یہ

(۱) آج کل پینٹ کوٹ پہنتی ہیں۔

مطلب نہیں کہ جو عورت خاوند سے زیادہ دیندار ہو اس کو خاوند کی اطاعت اور تعظیم لازم نہ رہے گی بلکہ خاوند کو اس کی اطاعت و تعظیم کرنا پڑے گی یہ مطلب ہرگز نہیں کیونکہ فضیلت کی دو حیثیتیں ہیں ایک باعتبار زوجیت کے اس اعتبار سے عورت خاوند پر کسی طرح بھی فضیلت حاصل نہ ہوگی بلکہ اس حیثیت سے ہمیشہ خاوند ہی کو بی بی پر فضیلت ہے گو حقوق بی بی کے بھی ہیں خاوند پر لیکن خاوند کو بہر حال فضیلت ہے اور ایک فضیلت باعتبار دین اور اعمال کے ہے سو اس میں بی بی خاوند سے بڑھ سکتی ہے ممکن ہے کہ حق تعالیٰ کے یہاں اس کے احسانات اور درجات زیادہ ہوں کیونکہ اس کا مدار اعمال پر ہے مگر اس فضیلت سے بیوی خاوند کی مخدومہ نہیں بن سکتی بلکہ خادمہ ہی رہے گی مگر ہر صورت میں مردوں کو اپنی بیبیوں کی قدر کرنا چاہیے دو وجہ سے ایک تو بی بی ہونے کی وجہ سے کہ وہ ان کے ہاتھ میں قید ہیں اور یہ بات جوانمردی کے خلاف ہے کہ جو ہر طرح اپنے بس میں ہو اس کو تکلیف پہنچائی جائے۔ دوسرے دین کی وجہ سے کیونکہ تم مسلمان ہو وہ بھی مسلمان ہیں جیسے تم دین کے کام کرتے ہو وہ بھی کرتی ہیں اور یہ کسی کو معلوم نہیں کہ دین کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون زیادہ مقبول ہے یہ کوئی بات ضروری نہیں کہ عورت مرد سے ہمیشہ گھٹی ہوئی ہے۔ ممکن ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک مرد کی برابر بلکہ اس سے زیادہ ہو پس عورتوں کو حقیر و ذلیل نہ سمجھنا چاہیے اللہ تعالیٰ بے کس اور مجبور اور شکستہ دل کو تھوڑا سا عمل بھی مقبول فرما لیتے ہیں اور اس کے درجے بڑھا دیتے ہیں پس کیا عجب ہے کہ جن عورتوں کو تم نے بوجہ ان کی بے کسی اور بے بسی کے حقیر سمجھ رکھا ہے اللہ تعالیٰ کے یہاں تم سے زیادہ مقبول ہوں لہٰذا مردوں کو عورتوں کے معاملے میں خدا سے ڈرنا چاہیے اور عورتوں کو اپنے مردوں کی اطاعت کرنا چاہیے زبان درازی سے پیش نہ آنا چاہیے۔

ضرورتِ اصلاح

بس یہ تھا وہ ضروری مضمون جو میں اس وقت بیان کرنا چاہتا تھا اور اس سے دو قسم کے لوگوں کی اصلاح مقصود ہے ایک تو عورتوں کی کہ وہ مایوس اور دل شکستہ نہ ہوں یہ

نہ سمجھیں کہ ہم تو دوزخ ہی کے واسطے ہیں۔ دوسرے مردوں کی کہ وہ بھی عورتوں کو حقیر اور ذلیل نہ سمجھیں۔ اب ختم کرتا ہوں۔ اور نام اس بیان کا کساء النساء رکھتا ہوں۔ کساء چادر کو کہتے ہیں چونکہ لباس جسم کے لیے ساتر و محافظ ہوتا ہے اور اس میں ایسے علوم صحیحہ اور اعمال صحیحہ کی تعلیم ہے جو عورتوں کے لیے ہر قسم کی آفتوں سے محافظ اور ساتر ہیں اس لیے یہ بیان عورتوں کے لیے بمنزلہ چادر کے ہوا دوسرے اس نام میں قافیہ کی بھی رعایت ہے اس لیے یہ نام اچھا معلوم ہوا اب دعا کیجئے کہ حق تعالیٰ ہم سب کو بالخصوص عورتوں کو درستی اخلاق کی توفیق دیں اور سب مسلمانوں کو دین کی پابندی اور صراطِ مستقیم پر پختگی عطا فرمائیں۔ آمین

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقه سیدنا و مولانا محمد و علی

آلہ و اصحابہ اجمعین

التماسِ کاتب

احقر نے یہ وعظ اپنی والدہ مرحومہ کے ایصال ثواب کے لیے لکھا ہے۔ بتوفیق خداوندی ان کی دینداری کی یہ حالت تھی کہ والد ماجد تین سال علیل رہے ان کا اٹھنا بیٹھنا، کھلانا پلانا سب والدہ کو کرنا پڑتا تھا اور گھر میں اور مریض بھی تھے غرض ایک منٹ کی فرصت ان کو نہ تھی مگر اسی عدیم الفرصتی کی حالت میں کئی پارے قرآن کے حفظ کیے ایک آیت کو لے لیتیں اور چلتے پھرتے اسی کو رٹتی رہتیں۔ یہاں تک کہ کئی پارے ہو گئے اور ٹوٹکے ٹونے شرک و بدعت سے حد درجہ متنفر تھیں گھر میں متعدد موتیں ہوئیں مگر کسی نے آواز رونے کی نہ سنی حتی کہ اہل محلّہ کہتے تھے کہ یہ عجیب بے حس بی بی ہیں نہ ان پر خوشی کا کوئی اثر ہوتا ہے نہ غمی کا۔ ناظرینِ وعظ ان کے واسطے اور میرے والد مرحوم و مغفور کے واسطے دعا کریں۔

رَّبِّ ٱرۡحَمۡهُمَا كَمَا رَبَّيَانِي صَغِيرًا - رَبَّنَا ٱغۡفِرۡ لِي وَلِوَٰلِدَيَّ وَلِلۡمُؤۡمِنِينَ يَوۡمَ يَقُومُ ٱلۡحِسَابُ -رَبَّنَا ٱغۡفِرۡ لَنَا وَلِإِخۡوَٰنِنَا ٱلَّذِينَ سَبَقُونَا بِٱلۡإِيمَٰنِ

وَلَا تَجْعَلْ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا إِنَّكَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ اور اس وعظ کے لکھنے میں میرے ایک مکرم عبدالحمید صاحب بنارسی نے بہت زیادہ اعانت کی بلکہ سچ یہ ہے کہ وہ ہمت نہ دلاتے تو احقر سے اس کا پورا ہونا ناممکن تھا ناظرین ان کے واسطے بھی دعا فرماویں اور زیادہ مدد خواجہ عزیزالحسن صاحب کے مسودہ(۱) سے ملی لہٰذا ان کے واسطے بھی دعاء فلاح دارین کریں اور سب سے زیادہ اس کی ضرورت ہے کہ حضرت حکیم الامت مولانا ومرشد مدظلہم العالی کے صحت وتندرستی اور عموم فیض اور زیادت برکات کے لیے خاص طور سے دعاء کرتے ہیں کہ

شکرِ فیض تو چمن چوں کند اے ابر بہار　　　　که اگر خار وگر گل ہمہ پرورده تست

سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ رب العالمین۔قدوقع الفراغ من التبیض ۹ / ربیع الاول ۱۵۱ھ ہے۔

---

(۱)اس زمانے میں ٹیپ ریکارڈ نہیں تھا سن کر ہی وعظ قلم بند کرنا پڑتا تھا جو کافی مشکل کام تھا اس لیے کئی کئی احباب نقل کرتے تھے پھر سب کی نقل کو دیکھ کر اس مسودے کی تبیض کی جاتی بعد ازاں حکیم الامت کی خدمت میں پیش کیا جاتا حضرت تھانوی پورا وعظ پڑھتے قابل اصلاح مقامات کی اصلاح فرماتے پھر وعظ چھپتا تھا چنانچہ اس وعظ کی تبیض سے فراغت ۹ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ کو ہوئی حضرت نے ۲۱ صفر المظفر ۱۳۵۳ھ کو نظر ثانی فرمائی حضرت کی طرف سے پابندی تھی کہ کوئی وعظ بغیر حضرت کو دکھائے نہ چھاپا جائے بلکہ یہ وصیت بھی فرمائی تھی کہ اگر میرے مواعظ میری وفات کے بعد چھپیں تو علامہ ظفر احمد اور خواجہ عزیزالحسن غوری اور چند افراد کے اسمائے گرامی متعین فرمائے کہ ان کو دکھا کر طبع کئے جائیں طباعت مواعظ میں اس قدر اہتمام سے کام لیا گیا والد گرامی مفتی جمیل احمد تھانویؒ فرماتے تھے کہ حضرت کے مواعظ گویا حضرت کی مستقل تصانیف ہیں مولانا خلیل احمد محدث سہارنپوریؒ فرماتے تھے۔ مولانا اشرف علی تھانویؒ کا وعظ اس قدر جامع ہوتا ہے کہ کہیں انگلی رکھنے کی جگہ نہیں ہوتی حقوق نسواں کے متعلق یہ بہت نفیس وعظ ہے اللہ تعالیٰ تمام قارئین کو اس سے مستفید ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین اب سے ۹۰ سال قبل کہا گیا وعظ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آج کل کے حالات کو بیان کیا جارہا ہے جتنا ۹۰ سال قبل مفید تھا اتنا ہی آج بھی ہے۔

خلیل احمد تھانویؒ

۲۰۲۱/ ۷ / ۱۔۳۰ / ۱۱ / ۱۴۴۲ھ

أخبار الجامعة

محمد منیب صدیقی

ادارۃ أشرف التحقیق۔ جامعہ دار العلوم الاسلامیۃ۔ لاہور

رواں ماہ حضرت مولانا ڈاکٹر قاری احمد میاں تھانوی صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے درج ذیل اسفار کئے اور مختلف تقریبات میں شرکت فرمائی۔

(ماہ اکتوبر و نومبر 2021ء)

- 23 اکتوبر معہد الحسن پی آئی اے سوسائٹی مولانا اویس صاحب فاضل جامعہ ہٰذا کے مدرسہ میں مسابقہ حسنِ قراءۃ کی ججمینٹ کی اور پوزیشن ہولڈرز طلباء کو انعامات سے نوازا۔
- 28 اکتوبر مدنی مسجد لکڑ والا پل گوجرانوالہ (محفل قراءۃ بیاد استاذ الحفاظ حضرت مولانا قاری گلزار احمد قاسمی صاحب فاضلِ قراءت جامعہ ہٰذا و تلمیذ حضرت قاری افتخار احمد عثمانی صاحب) میں یادگار تلاوت فرمائی اور مرحوم کی خدمات کو خراج تحسین پیش فرمایا اور صاحبزادگان مولانا احمد گلزار قاسمی سلمہ و مفتی جواد قاسمی سے تعزیت فرمائی۔
- 30 اکتوبر پروفیسر عبید اللہ صاحب کی رہائش گاہ پر ان کے بیٹے کی تکمیل قرآن کریم کی تقریب سعید میں سٹیلائٹ ٹاؤن گوجرانوالہ میں شرکت فرمائی۔
- 31 اکتوبر ڈیرہ غازی خان بستی کہر دھو میں ایک مدرسہ و مسجد کا سنگ بنیاد رکھا
- 2 نومبر مولانا حبیب اللہ فاروقی صاحب کے مدرسہ وڈالہ سندھواں گوجرانوالہ محفل حسن قراءۃ و حمد و نعت میں تلاوت اور بیان فرمایا۔

❁ 3 نومبر وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے زیر اہتمام اسلام آباد میں 2 روزہ عاملہ کے اجلاس میں بحیثیت رُکن عاملہ شرکت فرمائی اور گراں قدر تجاویز پیش فرمائیں جس میں قابل ذکر تجویز یہ دی کہ دینی مدارس کے طلباء کے مابین حفظ وقراءۃ کے فروغ کے لیے مسابقہ جات مرحلہ وار کرائیں جائیں جس کی سرپرستی وفاق المدارس کرے تاکہ بین الاقوامی سطح پر پاکستان کی بہتر نمائندگی کی جاسکے۔

❁ 6 نومبر اپنے بھتیجے عزیزم مولانا ابوذر تھانوی بن مولانا ڈاکٹر قاری خلیل احمد تھانوی کی تقریب نکاح میں شرکت اور دعاء خیر فرمائی۔

❁ 13 نومبر مولانا فضل الرحمٰن صاحب کے چھوٹے بیٹے عزیزم حافظ اسجد الرحمن سلمہ کی تکمیل حفظ القرآن الکریم کی تقریب آمین میں شرکت فرمائی۔

❁ 20 نومبر بیرون ملک سفر متوقع ہے ساؤتھ افریقہ میں جامعہ کے ہونہار فاضل قاری بنیامین صاحب کی خصوصی دعوت پر مدرسہ دارلعلوم دارالسلام اور مختلف دینی تقاریب میں شرکت فرمائیں گے ان شاء اللہ۔

❁❁❁
❁